ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

18

www.tanzeem.org

یکم تا 7 مئی 2012ء/9 تا 15 جمادی الثانی 1433ھ

اس شمارے میں

مجرم وزیر اعظم

عبادت کا مفہوم

منکرین آخرت کا انجام بد، متقین کی جزا

اسلام محنت کشوں کے حقوق کا ضامن

طالبان، افغانستان، کابل پر حملے اور امریکی ردِّ عمل

سزا یافتہ مجرم.......!!

تعلیمی ادارے یا رقص و موسیقی کی آماجگاہ

انقلابی کارکنوں کا ایک اہم وصف

ملامت و مخالفت سے بے پروائی

راہ حق میں ملامت مخالفانہ بھی ہوتی ہے اور ناصحانہ بھی۔ لوگ ہمدرد بن کر کہتے ہیں: میاں اپنے کیریئر کی فکر کرو، کچھ تو اپنے مستقبل کا خیال کرو، اپنی اولاد کے متعلق سوچو، بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں — تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ پاگل اور دیوانے ہوگئے ہو؟ کہ بس ایک دُھن تم پر سوار ہوگئی ہے، کچھ تو سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ یہ ناصحانہ انداز کی مخالفت ہے۔ دوسری مخالفانہ انداز کی ملامت ہوتی ہے: شیخ چلی کے خواب دیکھ رہے ہو! صدیوں سے جمے جمائے نظام کو بدلنے کے لیے کھڑے ہو رہے ہو؟ ہم نے اپنے آباء واجداد سے جو نظام ورثہ میں پایا ہے، اس کی مخالفت کر رہے ہو۔ کیا ہمارے اسلاف نادان تھے جو اس نظام کو قائم کر گئے اور کیا ہمارے موجودہ عمائدین و قائدین بیوقوف ہیں جو اس نظام کو چلا رہے ہیں؟ پھر ان کی سیادت و قیادت ہے، ان کا اثر و رسوخ ہے، ان کے ہاتھ میں قوت و طاقت ہے، ان کے مالی و معاشی مفادات اس نظام سے وابستہ ہیں۔ تم مٹھی بھر سرپھرے کیا تیر مار لوگے؟ — ان دونوں ملامتوں سے کوئی اثر لئے بغیر اپنی توانائیاں، اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لیے لگانا، یہ ہے وہ اہم وصف جو سچے اہل ایمان میں ہونا ناگزیر ہے، جو غلبۂ دینِ حق کے لیے کوشاں ہوں۔

منہج انقلاب نبوی ﷺ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ ہود

(آیات 84 تا 88)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۗ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۗ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۗ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۗ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۗ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو انہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو) مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا اور اے قوم ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو اگر تم کو (میرے کہنے کا) یقین ہو تو اللہ کا دیا ہوا نفع ہی تمہارے لئے بہتر ہے اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں، تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو۔ انہوں نے کہا کہ اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنے ہاں سے مجھے نیک روزی دی ہو (تو کیا میں ان کے خلاف کروں گا؟) اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں، میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی (کے فضل) سے ہے۔ میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“

مدین کے علاقے کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ لوگ بنی قطورہ میں سے تھے۔ یمن سے شام اور شام سے یمن جانے والے قافلے یہاں سے گزرتے تھے۔ اس علاقے کو تجارتی اہمیت حاصل تھی۔ ان لوگوں میں کم تولنے، کم ناپنے، جھوٹ بولنے، دھوکہ دینے اور لوٹ مار کرنے کی برائیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ شرک اس کے علاوہ تھا۔ ان لوگوں میں شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے کہا، اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، ان کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں اور نہ پیمانوں کو کم رکھو اور نہ ہی ناپ اور تول میں کمی کرو۔ میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر تم اپنی ان بداعمالیوں اور غلط کاریوں سے باز نہ آئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر ایک ایسے دن کا عذاب آجائے گا جو تمہیں گھیر لے گا۔

میری قوم کے لوگو، پیمانہ اور تول عدل وانصاف کے ساتھ پورا پورا دیا کرو، اور لوگوں کے مال و اسباب میں کمی نہ کیا کرو، اور نہ زمین میں فساد ہی مچاتے پھرو۔ اس انداز سے صحیح ناپ تول کر خرید و فرخت کرنے سے جو تمہیں بچت ہو جائے' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں نفع ہے۔ اگر تم میری بات ماننے والے ہو تو تمہارے لئے یہی بہتر ہے، مگر میں تم پر کوئی نگران اور نگہبان نہیں ہوں، میرا تم پر کوئی زور نہیں۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں اور نیکی کی تلقین کر رہا ہوں۔

قوم نے اس کے جواب میں کہا، اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم اُن بتوں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے آباء واجداد پوجتے تھے۔ اگرچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی اس گفتگو میں شرک کا تذکرہ نہیں آیا، لیکن شرک قوم کی عام بیماری تھی۔ ان لوگوں کا یہ کہنا کہ کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں نہ کر سکیں، دراصل وہی تصور ہے جو آج Sacred right of ownership کے عنوان سے موجود ہے۔ یعنی یہ میرا مال ہے، میں جس طرح چاہوں اس میں تصرف کروں۔ درحقیقت اسی نظریئے سے ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جو مال آپ کے پاس ہے وہ اللہ کا ہے، تمہارے پاس تو وہ بطور امانت ہے۔ تمہیں اس میں تصرف مالک کے حکم کے مطابق کرنا ہے۔

ایں امانت چند روزہ نزد ماست
در حقیقت مالک ہر شے خداست

(یہ مال تو چند دن کے لئے تمہارے پاس امانت ہے ورنہ ہر شے کا مالک حقیقی تو اللہ ہے) قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا، ہاں تم ہی ایک رہ گئے ہو بڑے نیک باوقار اور ہم پر تنقیدیں کرنے والے جو ہمارے کاموں کو غلط قرار دے رہے ہو۔

شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگو! کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ میں پہلے ہی سے اپنے رب کی طرف سے بینہ پر تھا۔ میری فطرت سلیم اور کردار صحیح تھا اور تمہارے ہاں ایک نیک انسان کی حیثیت سے معروف تھا۔ اور اللہ نے مجھے اپنے پاس سے اچھا رزق دیا' نبوت عطا فرمائی' اور میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ جس چیز سے میں تمہیں روک رہا ہوں، خود میں وہ کام کرنے لگوں۔ میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنا میرے امکان میں ہو۔ اور میری توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ جو بھی مجھ سے کام بن رہا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف مجھے رجوع کرنا ہے۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 مئی 2012ء — جلد 21
9 تا 15 جمادی الثانی 1433ھ — شمارہ 18

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجرم وزیر اعظم

اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو تین قسم کے لوگ نظر آئیں گے۔ ایک وہ جنہوں نے ہر طرف سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور شب و روز دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔ گویا وہ دین و دنیا کے ہر قانون کو پاؤں تلے روند کر دولت و اقتدار کے حصول اور اپنی انا کی پرستش میں مصروف ہیں۔ وہ زبان سے جو چاہیں کہیں' ان کا عملی رویہ اور طرزِ عمل پکار پکار کر کہہ رہا ہوتا ہے کہ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"۔ وہ خود کو بڑا کامیاب انسان قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ اللہ اور اُس کے پیارے رسولؐ کا فتویٰ ان کی آخرت کے بارے میں موجود ہے' لیکن بگڑے ہوئے معاشرے میں ایسی سوچ اور فکر رکھنے والوں کی ایک متعدبہ تعداد آپ کو اُن کج فہم لوگوں کی نظر آئے گی جو انہیں بڑا کامیاب قرار دے گی اور مفادات حاصل کرنے کے لیے ان کی ستائش میں زمین و آسمان کے قلابے بھی ملائے گی۔

ہمارے معاشرے میں دوسری قسم ان لوگوں کی ہے' اگرچہ ان کی تعداد کم ہے' بہرحال وہ حرام اور حلال میں تمیز کرتے ہیں۔ انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ جائز اور ناجائز کی چھان پھٹک' اور اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں وقت لگانے کے باعث ان لوگوں کی عظیم اکثریت مال و دولت' شان و شوکت اور دنیوی اقتدار کی دوڑ میں پہلی قسم کے لوگوں سے ظاہری طور پر بہت پیچھے رہ جاتے ہیں' اگرچہ معاشرے میں پھر بھی کچھ نہ کچھ اصلیت شناس اور حقیقت شناس ہوتے ہیں جو ان کی قدر کرتے ہیں البتہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے کم یا زیادہ جو کچھ انہیں ان کے اللہ نے عطا کیا ہوتا ہے' وہ اس پر مطمئن دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اپنی آخرت کے حوالہ سے اچھی توقع رکھتے ہیں۔ انہیں اللہ کے وعدوں پر صدق دل سے یقین ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں۔

تیسری قسم کے لوگ انتہائی بدقسمت ہوتے ہیں' جو کرتے تو وہ کچھ ہیں جو پہلی قسم کے لوگ کرتے ہیں' یعنی دنیا کمانے میں شب و روز جُتے رہتے ہیں' جائز و ناجائز کی حدود پھلانگتے رہتے ہیں۔ وہ اس کتے کی طرح آپ کو ہر وقت ہانپتے نظر آئیں گے' جس کا پیٹ چاہے بھرا ہوا ہو یا وہ بھوکا ہو۔ وہ انسانوں سے ہی نہیں' معاذ اللہ ثم معاذ اللہ' اللہ سے بھی شاکی نظر آئیں گے۔ ہر وقت' ہر لمحہ شکایات کا رجسٹر کھولے ہوں گے کہ یہ دنیا بھی جہنم اور آخرت بھی جہنم۔ ہم نے یہ ساری تمہید اس لیے باندھی ہے کہ ہمارا پاکستان' جس کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ کے نعروں کی گونج میں رکھی گئی تھی' جس نے اپنے قیام کے دو سال بعد قراردادِ مقاصد کے ذریعے اپنی راہ متعین کر لی تھی' جس کے آئین میں یہ الفاظ آج بھی درج ہیں کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی' وہ پاکستان اور پر تحریر کردہ تیسری قسم کے انسانوں کی مانند نظر آتا ہے' اس لیے کہ ملک' قوم یا معاشرہ کوئی ماورائی شے نہیں ہوتے بلکہ انسانوں کے مجموعے کا نام ہیں۔

ہمیں اپنے معاشرے میں جس قسم کے انسانوں کی اکثریت نظر آتی ہے وہ دین و دنیا کی نعمتوں سے تہی دامن ہیں اور یہ بدقسمتی کی انتہا ہے کہ دین ہاتھ سے گنوا کر بھی دنیا ہاتھ آتی نظر نہیں آتی۔ اپنی اپنی ہمت' طاقت اور میسر حالات کے مطابق مار دھاڑ جاری ہے' لیکن چہرے پریشان' ذہن منتشر اور زبانوں پر شکایات ہیں۔ اسی پس منظر میں دیکھیں تو پاکستان کی بھی یہی تصویر ابھر کر سامنے آئے گی' ہم ہاتھ میں کشکول لیے ملک ملک دربدر ہو رہے ہیں۔ اپنے دین سے لاتعلقی بھی اختیار کر لی ہے' غیروں کی

غلامی بھی اختیار کر لی ہے' پھر بھی ان کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔
ملک کی سلامتی اور سالمیت کے حوالے سے خود حکمرانوں کے ذہنوں پر خوف مسلط ہے اور انہیں ملک ہاتھ سے نکلتا دکھائی دے رہا ہے۔ یعنی نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہم پاکستانیوں نے نہ صرف مسلمان ہوتے ہوئے دینی تعلیمات اور دینی احکامات کو پس پشت ڈال دیا' بلکہ انسان ہوتے ہوئے انسانی اقدار کو بھی پامال کیا' اور ملکی سطح پر نہ صرف اپنی نظریاتی وابستگی سے منحرف ہوئے' یعنی قومی سطح پر اللہ اور رسول ﷺ سے غداری کے مرتکب ہوئے' بلکہ عالمی سطح پر دنیا نے جو اخلاقی اقدار قائم کی ہیں ان کی بھی کسی سطح پر پاسداری کرنے کو حکمران تیار نہیں ہیں اور اپنے ملک کو ایک تماشا بنا رکھا ہے۔ دن رات جمہوریت کا ڈھول پیٹنے والے خود جمہوریت کا جنازہ بھی نکال رہے ہیں۔

دنیا بھر کے جمہوری ممالک میں یہ روایت ہے کہ حکمران طبقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص اگر کسی الزام کی زد میں آ جائے تو وہ فوری طور پر مستعفی ہو جاتا ہے اور اسے ایک جمہوری قدر سمجھا جاتا ہے۔ بڑی سیدھی سی بات ہے کہ جب ایسا شخص حکومت سے الگ ہو جاتا ہے تو اس الزام کی تفتیش اور تحقیقات پر اس کے اثر انداز ہونے کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں' یہاں تک کہ الزام اگر بالواسطہ بھی ہو' یعنی غلطی خود اس شخص سے براہ راست سرزد نہ بھی ہوئی ہو تب بھی وہ چھان بین کو غیر متنازعہ بنانے کے لیے حکومت سے الگ ہو جاتا ہے' مثلاً دُنیا میں کئی ریلوے کے وزیر اس لیے مستعفی ہو گئے کہ ریلوے کا کوئی حادثہ ہو گیا تو ریلوے وزیر مستعفی ہو گیا' حالانکہ ریلوے وزیر ریل کا ڈرائیور تو نہ تھا۔ اسی طرح کسی کے اہل خانہ پر بے ضابطگی کا الزام لگا تو اگرچہ ہر شخص صرف اپنے ذاتی فعل کا ذمہ دار ہوتا ہے لیکن انصاف پر اثر انداز ہونے کے خدشہ کے تحت دنیا میں استعفا دینے کا رواج ہے۔ اس اخلاقی یا جمہوری قدر کے حوالہ سے بھی پاکستان top سے bottom پر ہے' یعنی ملزم ہونے کی صورت میں استعفا دینا تو دور کی بات ہے وزیر اعظم کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے مجرم قرار دے دیا ہے' قانون کی زبان میں convict کر دیا ہے اور وہ مجرم ہوتے ہوئے بھی ملک پر حکومت کر رہے ہیں۔ شاید اس حوالہ سے ہمارے مجرم وزیر اعظم کا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کر دیا جائے۔

قارئین کی خواہش ہو گی کہ انہیں معلوم ہو کہ فیصلے کی نوعیت کیا ہے۔ حکومت اس حوالہ سے مستقبل میں کیا رویہ اختیار کرے گی اور بالآخر کیا ہو گا؟ ابھی فیصلہ صادر ہوئے ایک دن بھی پورا نہیں گزرا' فیصلہ بھی شارٹ آرڈر کی صورت میں فی الحال سامنے آیا ہے' اگرچہ حتمی بات تو تفصیلی فیصلہ آنے کی صورت میں ہی کی جا سکتی ہے۔ بہرحال وزیر اعظم کو آئین کے آرٹیکل (2)204 اور توہین عدالت کے آرڈیننس (M)2003 کے سیکشن 3 کے ساتھ ملا کر سزا دی گئی ہے جو عدالتی کارروائی ختم ہونے تک قید کی سزا تھی جو تیس سیکنڈ میں پوری ہو گئی۔ عدالت نے اس شارٹ آرڈر میں آرٹیکل (G)(1)63 کا حوالہ بھی دیا۔ ابھی یہ بات مبہم ہے کہ (G)(1)63 کا اطلاق فیصلہ کا حصہ ہے یا محض حوالہ اور اشارہ ہے۔ اگر یہ فیصلہ کا حصہ ہے تو وزیر اعظم کی اسمبلی کی رکنیت ختم ہو گئی لہٰذا وزارتِ عظمیٰ سے فوری طور پر برخاست ہو گئے اور اگر یہ فیصلہ کا حصہ نہیں بلکہ محض توہین عدالت کا معاملہ ہے تو پھر یہ فیصلہ قومی اسمبلی کی سپیکر کو بھیجا جائے گا جو ایک ماہ کی مدت میں الیکشن کمیشن کو بھیجنے کی پابند ہیں اور پھر الیکشن کمیشن اس کو تین ماہ تک روک سکتا ہے' البتہ چار ماہ بعد وہ نااہل ہو جائیں گے اور وزیر اعظم نہیں رہیں گے۔ اس صورت میں پاکستان پیپلز پارٹی دوسرا وزیر اعظم لا سکتی ہے' کیونکہ اتحادیوں کی حمایت سے اس کو اکثریت حاصل ہے۔ اگرچہ خط لکھنے کا مسئلہ اگلے وزیر اعظم کو بھی پیش آئے گا' لیکن توہین عدالت کے اگلے فیصلے تک لازماً انتخابات کا مرحلہ آ جائے گا اور یوں یہ آئینی اور سیاسی بحران ٹل جائے گا۔ لیکن چند گھنٹوں ہی میں یہ بات سامنے آ گئی ہے کہ پیپلز پارٹی اپنی روایت کے مطابق فساد اور انتشار پھیلانے کی طرف راغب ہے۔ اس حوالہ سے ان کے وزراء کے بیانات سامنے آئے ہیں کہ فائنل اتھارٹی سپیکر کو حاصل ہے۔ حالانکہ آئین کے مطابق یہ واضح ہے کہ سپیکر کا اس معاملے میں ڈاکیے سے بڑھ کر کوئی رول نہیں ہے' اسے اس فیصلہ کو جو سپریم کورٹ نے کیا ہے محض الیکشن کمیشن کو ڈیلیور کرنا ہے۔ وہ اس حوالہ سے خود کوئی فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں۔

دوسری طرف عمران خان نے اعلان کیا ہے کہ اگر پاکستان پیپلز پارٹی نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق یوسف رضا گیلانی کو وزارتِ عظمیٰ سے فارغ نہ کیا تو وہ اسلام آباد کی طرف سونامی مارچ کریں گے۔ نواز شریف بھی بادلِ نخواستہ اور حالات کے جبر کی وجہ سے احتجاج کی طرف جائیں گے' پھر یہ کہ اگر سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے پر عمل درآمد کروانے کے لیے فوج کو طلب کر لیا تو یہ سب کچھ ایک طوفان کھڑا کر دے گا۔ ہمارا دشمن اتحادِ ثلاثہ یعنی امریکہ' اسرائیل اور بھارت ہائی الرٹ ہیں۔ ان کے نزدیک اپنے گلوبل اور علاقائی مفاد کے حوالہ سے اس وقت پاکستان پر کاری ضرب لگانا از حد ضروری ہو چکا ہے اور وہ یہ موقع کسی صورت میں ضائع نہیں کریں گے۔ دیکھیں' ہماری سیاسی اور عسکری قیادت ذاتی اور سیاسی مفاد سے گریز کرتے ہوئے ملک کے مفاد میں فیصلہ کرتے ہیں یا انا پرستی اور اقتدار کی ہوس میں ملک کو نرم چارے کی مانند دشمن کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ماضی میں ہمارا تجربہ خوشگوار نہیں رہا' کبھی کسی مہم جوئی اور اقتدار کی ہوس نے ہمارے لیے خیر پیدا نہیں کی۔ ہمارا صحیح معنوں میں اللہ حافظ ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی حفاظت میں لے لے' ہمارے لیے راستہ نکال دے' وہ راستہ جو مکہ مدینہ کی طرف جاتا ہے' جو حق کا راستہ ہے' جو اسلام کا راستہ ہے' یقیناً وہی ہماری نجات کا راستہ ہے۔

منکرین آخرت کا انجام بد، متقین کی جزا

اور اربابِ بصیرت کے لئے دلائل قدرت

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 13 اور 20 اپریل 2012ء کے خطابات جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الذاریات کی آیات کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے ہفتے ہم نے سورۂ ق کا مطالعہ مکمل کر لیا تھا۔ آج ہم سورۃ الذاریات کی آیات کا مطالعہ کریں گے ان شاء اللہ۔ یہ سورت مکی سورتوں کے اُس گروپ کا حصہ ہے، جو سورہ ق سے شروع ہو کر سورۂ واقعہ پر ختم ہوتا ہے۔ ان سورتوں کا مرکزی مضمون انذار آخرت ہے۔ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ نجات اُخروی ہے۔ انبیاء رسل نے لوگوں کو جو خبریں دیں، اُن میں بہت بڑی خبر آخرت کے بارے میں تھی۔ انسان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ موت اور آخرت کے تصورات سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔ آخرت پر اس کا یقین نہیں جمتا۔ ان سورتوں میں اس بات کو اجاگر کیا گیا ہے کہ زندگی کی سب سے بڑی حقیقت قیامت اور آخرت ہے۔ قرآن مجید کا یہ حصہ فصاحت و بلاغت میں امتیازی شان کا حامل ہے۔ یوں تو پورا قرآن ہی فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہے۔ کوئی بھی شخص اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قرآن نے کفار کو چیلنج کیا کہ اس جیسی ایک سورت ہی بنا لائیں مگر وہ اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے۔ لیکن یہاں فصاحت و بلاغت بہت نمایاں ہے۔ اس حصہ میں صوتی آہنگ ہے، حسن صوت ہے، ردھم ہے۔ اس اعتبار سے اسے قرآن حکیم کا خوبصورت ترین حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس سورت کے آغاز میں چار قسمیں کھائی گئی ہیں قرآن مجید میں اس انداز سے قسمیں کئی اور سورتوں کے آغاز میں بھی آئی ہیں۔ مثلاً سورۃ العصر، سورۃ التین، سورۃ العادیات، سورۃ النازعات، سورۃ المرسلات وغیرہ۔ یہاں یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ کی قسموں اور ہماری قسموں میں واضح طور پر بڑا فرق ہے۔ ہماری قسموں میں مقسم بہ کی گواہی کے ساتھ ساتھ اُس کی عظمت کا پہلو بھی ہوتا ہے، جبکہ اللہ جب قسم کھاتا ہے تو محض گواہی مقصود ہوتی ہے۔ اُس میں مقسم بہ کی عظمت کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو خود سب سے عظیم ہستی ہے۔ اس سے بڑھ کر عظمت کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ نے سورۃ العصر میں زمانے کی قسم کھائی ہے، اور اس بات پر قسم کھائی ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔ یعنی زمانہ اس امر پر شاہد ہے کہ پوری نوع انسانی عظیم خسارے اور گھمبیر نقصان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ سورۃ التین میں انجیر، زیتون، طور سینا اور بلد امین (مکہ) کی قسمیں کھائی گئی ہیں، اُن قسموں میں اشارہ چار جلیل القدر پیغمبروں کو گواہ بنانے کی طرف ہے۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام جنہیں انجیروں کی کثرت والے علاقے میں بھیجا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں فلسطین میں مبعوث کیا گیا، جہاں زیتون کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہیں طور سینا پر الواح عطا کی گئیں اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ جنہیں بلد امین (مکہ) میں مبعوث فرمایا گیا۔ ان چار عظیم المرتبت پیغمبروں کی قسم کھا کر دراصل انہیں اس حقیقت پر گواہ بنایا گیا کہ انسان بہترین ساخت اور اعلیٰ ترین خلقت پر پیدا کیا گیا۔ اسی لئے اُسے مسجود ملائک بنایا گیا، مگر جب اُسے بغض، نفرت اور کینہ جیسی خرابیاں اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں تو یہ نچلوں میں نیچے چلا جاتا اور پستیوں کا مکین ہو جاتا ہے۔

اب آیئے، اس سورت کے مطالعے کی طرف!

فرمایا:

﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ① فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ② فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ③ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ④﴾

"بکھیرنے والیوں کی قسم جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں، پھر (پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں، پھر آہستہ آہستہ چلتی ہیں، پھر چیزیں تقسیم کرتی ہیں۔"

یہاں جو قسمیں کھائی گئی ہیں، ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان سے مراد کیا ہے۔ تاہم زیادہ تر رجحان اس جانب ہے کہ یہاں ہواؤں کی مختلف کیفیات کا بیان ہو رہا ہے۔ پہلی آیت میں زور کی ہوا یعنی آندھی کی قسم کھائی گئی ہے، جس سے گرد و غبار اُڑتا ہے۔ دوسری آیت میں بوجھ اُٹھانے والی ہواؤں کی قسم ہے۔ یہ ہوائیں بادلوں کا بوجھ اٹھائے انہیں ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاتی ہیں۔ تیسری آیت میں نرمی کے ساتھ چلنے والی ہواؤں کی قسم ہے۔ چوتھی آیت میں ان ہواؤں کی قسم ہے جو اللہ کے حکم کے موافق بارش میں جس جگہ کا جتنا حق ہوتا ہے، تقسیم کرتی ہیں۔

قسم کھانے کے بعد اگلی آیت میں اُس بات کا ذکر ہے، جس پر قسم کھائی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ⑤ وَّاِنَّ الدِّيْنَ

لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾

''کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچی ہے اور انصاف (کا دن) ضرور واقع ہوگا۔''

یعنی ہواؤں کی کیفیات اور وظائف جو تم دیکھتے ہو، اس امر پر گواہ ہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) وہ سچی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی سیرابی کا کیسا محکم نظام بنایا ہے۔ اللہ زور کی ہوائیں چلاتا ہے۔ یہ ہوائیں بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی اور بارش کا سبب بنتی ہیں۔ ہواؤں کا یہ محکم نظام ہی یہ بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی بے مقصد پیدا نہیں کی۔ جب اس دنیا میں ہوا تک بے نتیجہ نہیں چلتی تو اتنا بڑا کارخانہ یونہی بے نتیجہ کیسے چل سکتا ہے۔ یقیناً اس کا کوئی عظیم الشان انجام ضرور ہوگا اور جزا و سزا کا دن آ کر رہے گا۔ انسان تو تخلیق کا نقطۂ کمال ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اُس کی زندگی بے مقصد ہو اور اُس کے اعمال کی جزا و سزا نہ ہو۔ یہ دنیا اخلاقی حوالے سے نامکمل ہے۔ یہاں عام طور پر نیکی اور حق و صداقت پر قائم رہنے والا شخص مصائب میں مبتلا اور دو وقت کی روٹی کا بھی محتاج ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص جو تمام اخلاقی اصولوں کو پاؤں تلے روندتا اور دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے، وہ پھلتا پھولتا ہے۔ اگر آخرت نہ ہو اور مرنے کے بعد ظالم و جابر طبقات اور مظلوم و محروم لوگ جو سسک سسک کر زندگی گزارتے ہیں برابر ہو جائیں تو پھر یہ نظام تخلیق (معاذ اللہ) عبث قرار پائے گا اور یہ کائنات اندھیر نگری چوپٹ راج ہوگی۔ پھر ہر ایک کے لئے کھلی چھٹی ہوگی کہ جیسے چاہے زندگی بسر کرے، جیسے چاہے دوسروں کا استحصال کرے، اور غریبوں کا خون چوسے، جس کے ہاتھ میں طاقت و اختیار آئے وہ فرعون بن کر جئے، جسے مال و دولت ملے وہ قارون اور خزانے کا سانپ بن جائے۔ پچھلے دور کے فرعونوں کی تو بات ہی چھوڑیئے، آج کے دور بلکہ اس ملک کے فرعون اور قارون جنہوں نے ظلم اور ناانصافی کا بازار گرم کئے رکھا، ملک کو بیچ کھایا، اسلام کی جڑیں کھود ڈالیں، اگر چھوٹ گئے اور برابر ہو گئے تو اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہوگی۔ لہٰذا یہ ہواؤں کا نظام، یہ پورا نظام کائنات اس بات پر گواہ ہے کہ ایک دن آئے گا جب ایک ایک شے کا حساب ہوگا اور ظالموں کو قرار واقعی سزا ملے گی۔ قرار واقعی سزا دنیا میں ہو ہی نہیں سکتی۔ امریکی صدر بش کی عراق پر مسلط کردہ جنگ کے نتیجے میں تقریباً اڑھائی لاکھ افراد خون میں نہا گئے۔ اگر ان کے قاتلوں کو اس انداز سے سزا دی جائے کہ اُس کے جسم کے ایک ایک سیل کو الگ کر دیا جائے تب بھی یہ قرار واقعی سزا نہ ہوگی۔ قرار واقعی سزا صرف آخرت میں ہوگی۔

آگے آسمان کی قسم کھائی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾﴾

''اور آسمان کی قسم جس میں رستے ہیں۔''

''حبک'' کے لفظ کے متعدد معانی ہیں۔ ایک معنی وہ کپڑا ہے جس کو بننے والے نے بڑی نفاست اور خوبصورتی سے بنا ہو۔ حبک اُن لہروں کو بھی کہتے ہیں جو ہوا کے چلنے سے ریت یا ساکن پانی پر پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ حبک کہکشاں اور گھنگھریالے بالوں کی سلوٹوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ نے یہاں صاف شفاف اور پُر رونق آسمان کی قسم کھائی ہے جس پر ستاروں کی صورت میں قمقمے روشن ہیں اور کہکشائیں پھیلی ہوئی ہیں۔ آسمان کا حسن اور رنگارنگی اگر رات کے وقت چاندنی نہ ہو تو اور زیادہ نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ یہ خوبصورت آسمان اس امر پر گواہ ہے کہ کائنات کی تخلیق با مقصد ہے اور اس کا ایک منطقی انجام ہونا ہے۔ لیکن اے کفار مکہ تمہارا حال یہ ہے:

﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾﴾

''کہ تم ایک متضاد بات میں (پڑے ہوئے) ہو۔ اس سے وہی پھرتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔''

تم نے قیامت اور آخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ یہ کہتے ہو کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر کیسے زندہ کئے جائیں گے اور جب دوبارہ جی اٹھنا ہی نہیں ہے تو پھر جزا و سزا کا کیا سوال، اس کی تو بنیاد ہی ختم ہو گئی۔ لیکن تمہارا یہ خیال سراسر غلط ہے۔ آخرت کا ہونا یقینی اور شدنی ہے۔ اس حقیقت کا انکار وہی شخص کرتا ہے جس کی مت ماری گئی ہو یا جو بات کو سمجھنا ہی نہ چاہے۔ ظاہر ہے ایسے شخص سے توفیق بھی سلب کر لی جاتی ہے۔

﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾﴾

''اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔''

مارے جائیں اٹکل کے تیر چلانے والے۔ یہ لوگ قیاس کے گھوڑے دوڑاتے اور بے بنیاد باتیں کرتے ہیں۔ دراصل یہ انجام سے غافل اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھایا جائے گا اور اعمال کی بابت پوچھ گچھ اور حساب کتاب ہوگا مگر یہ لوگ سقراط، بقراط بن کر آسمانی ہدایت کے جواب میں اپنا فلسفہ بگارتے ہیں کہ انسان کو دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا، ہمارا ذہن بعث ونشور کو نہیں مانتا۔ ہمارے ہاں بھی بعض سقراط یہ کہتے ہیں کہ اللہ بڑا نکتہ نواز ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی مخلوقات کو جہنم میں ڈال دے۔

آگے ان منکرین آخرت کی شرارت اور استہزا کا ذکر ہے فرمایا:

﴿يَسْـَٔـلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾﴾

''پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا؟''

یعنی جب انہیں باقی ساری باتوں کا جواب مل جاتا ہے تو پھر ہنسی کے طور پر کہتے ہیں کہ ہاں صاحب، وہ انصاف کا دن کب آئے گا؟

جس لہجے میں اُن کا سوال تھا، آگے اسی لہجے میں جواب دیا کہ:

﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾﴾

''اس دن (ہوگا) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔ اب اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے''

دیکھو، جلدی نہ مچاؤ۔ وہ دن دور نہیں، آیا ہی چاہتا ہے۔ تمہیں یقین تب آئے گا جب تمہیں آگ پر بھونا جائے گا۔ اُس وقت کہا جائے گا اب چکھو اپنی شرارتوں کا مزہ، یہ ہے وہ عذاب جس کے لئے تم بہت جلدی مچا رہے تھے۔

ان مقامات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ سوچنا نہیں چاہئے کہ یہ تو منکرین آخرت کا ذکر ہو رہا ہے، ہم تو آخرت کو مانتے ہیں، ہمیں کوئی خطرہ نہیں، اس لئے کہ اگرچہ ہم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن اس کی حیثیت محض ایک موروثی عقیدہ سے زیادہ نہیں، ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جزا و سزا کا یقین دل میں موجود ہو اور پھر بھی اللہ کی نافرمانی کریں، ہم آخرت کو اصل زندگی سمجھیں اور پھر بھی ہماری ساری توانائیاں اور صلاحیتیں دنیا

بنانے میں صرف ہوں۔ جب اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے تو پھر ساری توجہات اُسی کو سنوارنے پر مرکوز ہونی چاہئیں ذرا غور کیجئے، ہمارے ہاں جو لوگ بیرون ملک روزگار کے لئے جاتے ہیں، اُن کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے۔ وہ لوگ وہاں زیادہ سے زیادہ کماتے اور کم سے کم خرچ کرتے ہیں۔ ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ ہمارا اصل گھر تو پاکستان میں ہے، اس لئے ہمیں وہاں کے لئے پیسا بچانا اور وہاں اپنی اور خاندان کی زندگی کو آسودہ بنانا ہے۔ یہی معاملہ دنیا کی زندگی کا ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے اور ہمیں بطور امتحان عطا کی گئی ہے۔ اصل زندگی موت کی سرحد کے اُس پار ہے۔ ہمیں بھرپور تیاری اُس زندگی کے لئے کرنی چاہیے۔ ہمیں آخرت کے حوالے سے اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ آیا ہمارا اس پر یقین ہے یا نہیں۔ آیا ہماری ساری پلاننگ اور منصوبہ بندی دائمی خسارے سے بچنے کے لئے ہے یا دنیا سنوارنے کے لئے ہے۔ اگر ہم زبان سے آخرت کو ماننے کے باوجود اس کی فکر سے بے نیاز ہیں، اس کے عظیم خسارے کا کوئی ڈر خوف نہیں، اور گناہ و سرکشی اور دین سے بے وفائی کے راستے پر چل رہے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زبانِ حال سے ہم آخرت کا انکار کر رہے ہیں۔ اس روش کی ہمیں پہلی فرصت میں اصلاح کرنی چاہیے۔

جہنمیوں کے ذکر کے فوراً بعد تقابل کے طور پر اہلِ جنت کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾﴾

’’بیشک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے (اور) جو جو (نعمتیں) ان کا پروردگار انہیں دیتا ہوگا ان کو لے رہے ہوں گے۔ بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرتے تھے۔‘‘

اہلِ جنت جن کے لئے یہاں متقین کا لفظ لایا گیا، بڑے عیش و آرام میں ہوں گے۔ اُن کا ٹھکانہ جنت کے باغات ہوں گے، جہاں چشمے بہتے ہوں گے اور ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی۔ وہ اللہ کی نعمتوں سے فیضیاب ہوں گے اور اللہ جو کچھ اُن کو عطا کرے گا اُسے وصول کر رہے ہوں گے۔ جنت کی نعمتیں ایسی ہوں گی کہ انہیں دنیا میں نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے اُن کا ذکر سنا ہوگا اور نہ کسی ذہن ہی کی اُن تک رسائی ہوئی ہوگی۔

آگے اہلِ جنت کی ایک صفت یہ بتائی گئی کہ ۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾﴾

’’بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرتے تھے۔‘‘

ان لوگوں کو جنت اِس لئے عطا کی گئی کہ یہ نیکوکار تھے، احسان کی روش اختیار کئے ہوتے تھے۔ یہ دنیا میں بن دیکھے اللہ سے ڈرتے اور پابند شریعت زندگی گزارتے رہے۔ روزِ قیامت تو مجرمین بھی، اپنا انجام سامنے دیکھ کر کہیں گے کہ خدایا ہمیں ایک اور موقع دے دے، ہم نیکوکار بن جائیں گے اور ایمان اور عمل صالح کے اعتبار سے چوٹی پر پہنچ کر دکھائیں گے، مگر اُس وقت اُن کی یہ التجا و فریاد کوئی فائدہ نہ دے گی۔ فائدہ میں صرف وہی اہلِ جنت رہیں گے جنہوں نے دنیا میں آسمانی وحی کا یقین کر کے دین و شریعت کے مطابق زندگی بسر کی ہوگی۔

آگے اہلِ جنت کی ایک اور صفت آرہی ہے۔

فرمایا:

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾﴾

’’رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔‘‘

ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ رات کو کم سوتے تھے۔ اور رات کے آخری حصے یعنی سحری کے وقت استغفار کرتے تھے۔ رب کے ساتھ خصوصی تعلق کے لئے اس وقت کی بڑی اہمیت ہے:

آگے فرمایا:

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾﴾

’’اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے۔‘‘

اہلِ جنت حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی خاص اہتمام کرتے تھے۔ جب اُن پر یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ اصل زندگی آخرت کی ہے، تو انہوں نے اپنی آخرت سنوارنے کے لئے اللہ کی راہ میں خوب مال خرچ کیا۔ وہ سوال کرنے والوں اور نہ کرنے والوں دونوں پر اپنا مال خرچ کرتے رہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ دنیا دارالامتحان ہے، ہمیں جو کچھ ملا ہے یہ امتحان کے لئے ہے۔ ہمیں اپنے مال کو سوال کرنے والوں اور بنیادی ضریات زندگی سے محروم لوگوں پر جو دستِ سوال دراز نہیں کرتے، خرچ کرنا چاہیے۔ اس مال میں ان کا بھی حق ہے، اور یہ حق ہمیں ادا کرنا ہے۔ جب اصل زندگی آخرت کی ہے تو ہم یہاں کیوں مال جمع کریں جو ہمارے کسی کام نہیں آئے گا اور وارثوں کے لئے رہ جائے گا۔ اس کی بجائے سائلین اور محرومین پر مال خرچ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ کیوں نہ کریں جہاں دائمی عیش و آرام ملے گا۔

آگے نفس و آفاق میں موجود نشانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ فرمایا

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾

’’اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفوس میں۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں۔‘‘

دیکھو، قیامت اور بعث بعد الموت پر تمہیں یقین نہیں آرہا، لیکن اگر تم غور کرو تو اس کی نشانیاں زمین اور خود تمہارے باطن میں موجود ہیں۔ زمین مردہ ہوتی ہے، اللہ اس پر بارش برساتا ہے تو اس سے سبزہ اور ہریالی نکل آتی ہے۔ اس غور و فکر کے نتیجے میں تمہیں اس حقیقت پر یقین آجائے گا کہ واقعی تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور جزا و سزا کا دن آکر رہے گا۔

اس کا چھوٹا سا نمونہ خود تمہارے باطن میں ضمیر کی صورت میں موجود ہے، جو تمہیں صحیح کام پر شاباش دیتا اور غلط کام پر ٹوکتا ہے۔ آپ نے کسی کو دھوکہ دے کر اگرچہ کروڑوں روپے اور دنیا کا بہت بڑا فائدہ حاصل کر لیا، مگر ضمیر کہتا ہے کہ آپ نے غلط کیا، آپ کو اس کا حق نہیں تھا۔ ضمیر یہ کہتا ہے کہ کوئی ایسا جہاں ہو جہاں انسان کو نیکی کی بھرپور جزا اور گناہ کی پوری پوری سزا ملے۔

﴿وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾﴾

’’اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔‘‘

رزق کے ظاہری اسباب تو زمین میں ہیں۔ انسان زمین میں محنت کرتا، اور پھر محنت کے ثمرات کا انتظار کرتا ہے، لیکن یہاں بتایا کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ ایک مطلب یہ ہے کہ اگرچہ رزق کا محل زمین ہے مگر رزق کے فیصلے آسمان پر

فرماتا ہے کہ کس کو کتنا رزق ملنا اور کب ملنا ہے۔ دراصل یہ آیت انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے، تاکہ وہ رزق کو اسباب کا نتیجہ اور محنت کا حاصل سمجھنے کی بجائے اللہ کا فضل سمجھے۔ وہ زمین میں محنت کرے مگر اپنے رزقِ مقسوم اور مقدر کے حصے کو اللہ سے طلب کرے اور اُسی سے دل لگائے رکھے۔ اسباب کو اختیار ضرور کرے مگر یہ یقین ہو کہ اسباب رزق مہیا نہیں کرتے اللہ عطا کرتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ رزق کا سامان بھی آسمان میں ہے۔ اس لیے کہ آسمان ہی سے بارش برستی ہے جو حکم خداوندی سے رزق کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسی طرح قیامت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، اُس کا فیصلہ بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ مختار کل ہے، جب چاہے گا نظام کائنات کو لپیٹ دے گا۔ کسی اور کے بس میں نہیں کہ نظام ہستی کو تلپٹ کردے۔

﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾﴾

”تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم یہ (اسی طرح) قابل یقین ہے، جس طرح تم بات کرتے ہو۔“

آسمان وزمین کے رب کی قسم کھائی گئی اس بات پر کہ قیامت حق ہے، یقینی اور قطعی ہے۔ وہ دن آ کر رہے گا۔ قیامت کا برپا کرنا اللہ کے لئے آسان ہے۔ جس طرح بات چیت کرنا تمہیں مشکل نہیں لگتا، اسی طرح لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنا، انہیں اکٹھے کرنا اور انہیں حساب کتاب کے مراحل سے گزارنا اللہ کے لئے نہایت آسان ہے۔ بعث ونشور وغیرہ سب اس کے ایک کلمۂ کن کا ظہور ہوگا۔ وہ رب جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا ہرگز مشکل نہیں ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

ا۔ حلقہ جنوبی پنجاب کے نقیب عدنان جمیل قریشی کی خالہ وفات پاگئیں۔

۲۔ حلقہ جنوبی پنجاب کے معتمد شوکت حسین انصاری کی چچی وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء سے بھی اُن کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

تازہ شمارہ (اپریل تا جون 2012ء)

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحِکمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ــ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے کے خصوصی مضامین

قومی سانحہ	حافظ عاطف وحید
مقدِّمة الخلافة الكبرٰى	خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ
مستقبل کا نظریہ حیات	ڈاکٹر محمد رفیع الدین
فقہ اسلامی کے بنیادی مآخذ	محمد انس حسّان
Islamophobia, Neo-Orientalism and the Prophet (SAWS)	Dr. Munawar A. Anees

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

پریس ریلیز 27 اپریل 2012ء — حافظ عاکف سعید

دن رات جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے خود جمہوری اداروں پر کاری ضرب لگا رہے۔

دن رات جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے خود جمہوری اداروں پر کاری ضرب لگا رہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں نماز جمعہ کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہماری اخلاقی پستی اس انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ آج ہم پر ایک ایسا شخص حکمران ہے جسے عدالت عظمیٰ نے مجرم قرار دے دیا ہے اور وہ سزایافتہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ عدل اسلام کا کیچ ورڈ ہے اور ہمارے اسلاف نے عدل کے قیام اور عدالتوں کے احترام کی ایسی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جن کی نظیر دنیا آج تک پیش نہیں کرسکی اُنہوں نے کہا کہ نبی اکرمؐ کی ایک حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ تمہارے اعمال ہی حکمرانوں کی صورت میں تم پر مسلط کردیئے جائیں گے۔ آج ہم حقیقت میں اللہ کی بجائے مادّے کی عبادت کررہے ہیں لہٰذا دنیوی دولت ووسائل، عزت اور احترام کا معیار بن چکے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی اقدار کی پاسداری تو بہت دور کی بات ہے ہم عام انسانی اقدار کے حوالے سے بھی تہی دامن ہوگئے ہیں۔ دنیا کے دوسرے غیر اسلامی ممالک میں الزام لگنے پر بڑے سے بڑا عہدہ دار بھی مستعفی ہو جاتا ہے جبکہ ہمارے ہاں مجرم ثابت ہوجانے کے بعد بھی اقتدار کی ہوس ختم نہیں ہوتی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

اسلام: محنت کشوں کے حقوق کا ضامن

حافظ محمد زاہد

اسلام مروجہ مفہوم میں ایک مذہب نہیں بلکہ مکمل نظامِ حیات ہے جو زندگی کے ہر پہلو اور ہر موڑ پر نوعِ انسانی کی رہنمائی کرتا ہے اور معاشرے میں بسنے والے ہر فرد اور ہر طبقے کے حقوق کا ضامن ہے۔ یکم مئی کا دن عالمی سطح پر ''محنت کشوں اور مزدوروں کا دن'' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس دن محنت کش طبقے سے اظہارِ یکجہتی کے لیے عالمی سطح پر سکول' کالجز' سرکاری دفاتر' ادارے' مارکیٹیں اور دکانیں بند ہوتی ہیں اور سرخ جھنڈے لے کر جلوس نکالے جاتے ہیں۔

یکم مئی کی تاریخی حیثیت

اسلام میں محنت کشوں کے حقوق بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یکم مئی کو ''محنت کشوں کا دن'' منانے کی تاریخ پر ایک مختصر نظر ڈالی جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس دن کو منانے کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور کن لوگوں نے کی!

انیسویں صدی کے نصف میں روس اور یورپ میں مزدوروں اور محنت کشوں سے روزانہ سولہ سولہ گھنٹے کام لیا جاتا تھا اور معاوضہ اتنا بھی نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو دو وقت کا اچھا کھانا دے سکیں۔ اور اگر کوئی مزدور یا محنت کش کام کے دوران مر جاتا تو سرمایہ دار یہ کہہ کر معاملہ رفع دفع کر دیتے کہ ''مزدوری کرتے کرتے مر کھپ جانا ہی کام کا حصہ ہے''۔ محنت کش طبقے نے اس ظلم کے خلاف احتجاج کیا' لیکن ان کے اس احتجاج کو بزورِ بازو ختم کر دیا گیا۔ یکم مئی 1866ء کو شکاگو میں مزدوروں نے منظم احتجاج کیا اور کارخانے بند کر کے ہڑتال شروع کر دی۔ 3 مئی کو پولیس نے ہڑتال کرنے والوں پر فائر کھول دیا جس سے کئی مزدور مارے گئے۔ 4 مئی کو ہلاک ہونے والے محنت کشوں کے سوگ میں ایک اور جلوس نکالا گیا۔ اس مرتبہ پولیس اور فوج نے مل کر محنت کشوں پر حملہ کیا اور وہاں کی سڑکیں ان کے خون سے سرخ ہو گئیں اور جو سفید جھنڈے ان کے ہاتھوں میں تھے وہ بھی سرخ ہو گئے۔

(ماخوذ از: غیر مسلم تہوار بے حیائی کا بازار' تفضیل احمد ضیغم)

آج دنیا کے مختلف ممالک میں اس واقعے کی یاد میں یکم مئی کو سرخ جھنڈے لے کر جلوس نکالے جاتے ہیں' جس کا مقصد محنت کشوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے محنت کش طبقے کے حقوق

اسلام واحد دین ہے جو معاشرے میں بسنے والے ہر طبقے اور ہر فرد کے حقوق کا نہ صرف دعوے دار ہے بلکہ اس کی ضمانت بھی دیتا ہے۔ نومولود سے لے کر بوڑھوں کے حقوق اور بادشاہوں سے لے کر مزدوروں اور محنت کشوں کے حقوق کا واحد اور بااعتماد سہارا صرف اور صرف اسلام ہے۔ اسلام نے محنت کش طبقے کو درج ذیل حقوق دیے ہیں اور بنی نوعِ انسان کو ان کے حقوق کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔

ملازم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا

اپنے آپ کو اعلیٰ تہذیبی اقدار کا حامل اور ہر طبقے کے حقوق کا ضامن قرار دینے والی مغربی اقوام سرمایہ دار اور مزدور طبقے میں ایک خاص تفریق روا رکھتی ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا تو دُور کی بات' ان کو اپنی تقریبات میں بلانا تک گوارا نہیں کرتیں۔ جبکہ اسلام نے خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانے کی ہدایت فرمائی ہے تاکہ مالک اور خادم کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا أَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ فَاِنْ لَمْ یُجْلِسْہُ مَعَہٗ فَلْیُنَاوِلْہُ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ اَوْ لُقْمَۃً اَوْ لُقْمَتَیْنِ فَاِنَّہٗ وَلِیَ حَرَّہٗ وَعِلَاجَہٗ)) (صحیح البخاری)

''جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے' اگر اس کو اپنے ساتھ کھانے پر نہ بٹھائے تو (کم از کم) اسے ایک یا دو لقمہ دے دے' اس لیے کہ اس نے گرمی برداشت کی ہے اور محنت کی ہے۔''

دوسری حدیث میں اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِکُمْ خَادِمُہٗ طَعَامَہٗ ثُمَّ جَاءَہٗ بِہٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّہٗ وَدُخَانَہٗ فَلْیُقْعِدْہُ مَعَہٗ فَلْیَاْکُلْ فَاِنْ کَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْھًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِہٖ مِنْہُ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ)) (صحیح مسلم' سنن ابی داؤد)

''جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا بنا کر لائے اس حال میں کہ وہ اس کھانے کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہے تو مالک کو چاہیے کہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے' اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک یا دو نوالے ہی رکھ دے۔''

ملازم کے لیے دعا کرنے کا حکم

اسلام نے محنت کشوں کو جہاں اتنے حقوق دیے ہیں وہاں مالک اور ملازم کے درمیان اخلاقی تعلق قائم کرنے کے لیے مالک کو تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے خادم کے لیے دعا کرے۔ خادم کے لیے دعا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ ؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ انس (ؓ) آپ کا خادم ہے' (اس کے لیے دعا کر دیں) آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِکْ لَہٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَہٗ))

(صحیح البخاری' صحیح مسلم)

''اے اللہ! اس کا مال اور اولاد زیادہ کر اور جو کچھ تو نے اسے دیا اس میں برکت عطا فرما۔''

ملازم کے بارے میں بددعا کرنے کی ممانعت

ایک طرف اسلام نے اپنے ملازموں' خادموں اور گھروں پر کام کرنے والوں کے لیے دعا کرنے کی ہدایت کی ہے تو دوسری طرف ان کے لیے بددعا کرنے سے روکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی خَدَمِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ' لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی سَاعَۃَ نَیْلٍ فِیْھَا

عطاءٌ فیستجیب لکم)) (سنن ابی داؤد)

"بددعا نہ کرو نہ اپنے اوپر' نہ اپنی اولاد پر' نہ اپنے خادموں پر اور نہ اپنے مالوں پر' کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی ایسی ہو جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔"

ملازم پر جو خرچ کرو گے وہ صدقہ ہے

ملازم چونکہ مالک کی بنسبت کم درجہ والے ہوتے ہیں تو اسلام نے اس طبقاتی فرق کو کم کرنے اور اس طبقے کی دلجوئی کے لیے خادم پر خرچ ہونے والے ایک ایک پیسے کو "صدقہ" قرار دیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَا کَسَبَ الرَّجُلُ کَسْبًا اَطْیَبَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَمَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَاَھْلِہٖ وَوَلَدِہٖ وَخَادِمِہٖ فَھُوَ صَدَقَۃٌ)) (رواہ ابن ماجہ)

"آدمی نے اپنے ہاتھ کی مزدوری سے زیادہ پاکیزہ کمائی حاصل نہیں کی' اور آدمی اپنے اوپر' اپنی بیوی پر' اپنے بچوں پر اور اپنے خادم پر جو بھی خرچ کرے وہ صدقہ ہے۔"

ملازم سے اس کی طاقت کے مطابق کام لینے کی ہدایت

عموماً لوگ اپنے ملازموں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لیتے ہیں' حتیٰ کہ محنت کش بچوں سے ایک جوان مرد کے برابر کام لیا جاتا ہے' جو سراسر ظلم ہے۔ اسلام نے تو غلاموں کے حقوق بھی معین کیے ہیں جو لوگوں کے زرخرید ہوتے تھے۔ چنانچہ مالکوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ غلام سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِلْمَمْلُوْکِ طَعَامُہٗ وَکِسْوَتُہٗ وَلَا یُکَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ مَالَا یُطِیْقُ)) (مسند احمد)

"غلام کو کھانا اور کپڑا دو اور اسے اس کی طاقت سے زیادہ کسی عمل کا مکلف نہ بناؤ۔"

جب غلام سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت ہے تو مزدور اور خادم کے معاملے میں اس کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے؟

ملازم کو ستر بار معاف کرنے کا حکم

محنت کش بھی انسان ہے اور انسان سے غلطی ہو جاتی ہے' لیکن عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ مالک خادم کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی پر اُسے سزا دیتا ہے اور خادم اپنی نوکری چلے جانے کے ڈر سے اُف تک نہیں کہتا۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے مالک کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے خادم کو ہر روز ستر بار معاف کرے۔

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ! ہم خادم کا جرم کس حد تک معاف کریں؟ آپ خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی بات کہی۔ آپ پھر خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ اُس نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اعْفُوْا عَنْہُ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً)) (سنن ابی داؤد)

"اسے ہر روز ستر مرتبہ معاف کرو۔"

ملازم کو اجرت نہ دینے والا اللہ کا دشمن ہے

دنیا کے تقریباً تمام معاشی نظاموں میں محنت کشوں کے ساتھ ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ محنت کشوں اور ملازموں کی اجرت کو سرمایہ دار بلاوجہ روک لیتے ہیں اور بعض اوقات اجرت دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں ایسا کرنے والے شخص کو اللہ کا دشمن قرار دیا ہے۔

((قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ثَلَاثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ: رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ' وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ' وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ)) (صحیح بخاری)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا: (1) جو میرا نام لے کر عہد کرے اور پھر توڑ دے (2) وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھائی (3) وہ شخص جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا اور کام پورا کرانے کے بعد اس کی مزدوری نہ دی۔"

ملازم کو اجرت جلدی دینے کا حکم

اسلام نے ایک طرف محنت کش کی اجرت روک لینے والے کو اللہ کا دشمن قرار دیا ہے تو دوسری طرف اس کی اجرت اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے ادا کر دینے کی بھی ہدایت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَجِفَّ عَرَقُہٗ)) (سنن ابن ماجہ)

"مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل دے دو۔"

ملازم کو مارنے کی ممانعت

آج یہ بات تقریباً تمام معاشروں میں وبا کی طرح عام ہو گئی ہے کہ ملازم اور خادم کو غلطی کرنے پر نہ صرف زبانی جھاڑ پلائی جاتی ہے بلکہ بعض اوقات نوبت ہاتھ اٹھانے تک بھی آ جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرماتی ہیں:

((مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَاَۃً وَلَا خَادِمًا)) (صحیح مسلم)

"رسول اللہ ﷺ نے نہ کبھی کسی عورت کو مارا اور نہ کبھی خادم کو۔"

امام ابوداؤد نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی وجہ یہ فرمائی: "خادم اور عورت دونوں محکوم ہوتے ہیں اور محکوم پر ہاتھ اٹھانا بڑی ہی کم ظرفی کی بات ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے اپنے غلام کو کسی بات پر طمانچہ مار دیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کا پتا چلا تو آپ نے اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ حضرت سوید بن مقرن مزنی ؓ کہتے ہیں:

لَقَدْ رَاَیْتُنَا سَبْعَۃَ اِخْوَۃٍ مَا لَنَا خَادِمٌ اِلَّا وَاحِدَۃٌ فَلَطَمَھَا اَحَدُنَا فَاَمَرَنَا النَّبِیُّ ﷺ اَنْ نُعْتِقَھَا (سنن ترمذی)

"ہم سات بھائی تھے اور ہمارا ایک ہی خادم تھا۔ ہم میں سے ایک نے اسے طمانچہ مار دیا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اسے آزاد کرنے کا حکم دیا۔"

ملازم کو گالی دینے اور جھڑکنے کی ممانعت

تقریباً ہر شعبہ میں اپنے سے کم تر کو گالی دینا معمول بن گیا ہے اور آج کے جدید تہذیب یافتہ معاشروں میں مالک کا ملازم کے ساتھ گالی گلوچ کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا' حالانکہ ملازم کو اس پر بڑی کوفت ہوتی ہے مگر وہ ملازمت کے چلے جانے کے ڈر سے دل ہی دل میں خون کے آنسو پی کر صبر کر جاتا ہے۔ ہادیٔ عالم ﷺ کا اسوہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور ان کی دس سال تک خدمت کرنے والے حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں:

خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَشْرَ سِنِیْنَ لَا وَاللّٰہِ مَا سَبَّنِیْ سَبَّۃً قَطُّ وَلَا قَالَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ وَلَا قَالَ لِیْ لِشَیْءٍ فَعَلْتُہٗ لِمَ فَعَلْتَہٗ وَلَا لِشَیْءٍ لَمْ اَفْعَلْہُ اَلَّا فَعَلْتَہٗ (مسند احمد)

"میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی اور اللہ کی قسم آپ نے مجھے کبھی گالی نہیں دی' کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور جو کام میں نے کر لیا اس کے بارے میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام نہیں کیا اس کے بارے میں بھی نہیں فرمایا کہ وہ کام کیوں نہیں کیا۔"

روزوں میں ملازم کا کام کم کرنے کی ہدایت

اسلام ایک دین فطرت ہے' جس میں ہر طبقے

کے لیے آسانیاں موجود ہیں۔ اسلام نے محنت کش طبقے کو جہاں اتنے حقوق دیے ہیں وہیں مالکوں کو ہدایت بھی کی ہے کہ جب نماز کا وقت ہو تو ملازم کو نماز کی چھٹی دی جائے تاکہ وہ اپنی نماز ادا کر سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ملازم کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ نماز کے بہانے وقت ضائع نہ کرے اور نفل عبادت اپنی ڈیوٹی کے اوقات کے بعد کرے۔

مسلمانوں پر ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ روزے کی حالت میں کام کرنا (اور خاص کر گرمیوں کے دنوں میں) انتہائی دشوار ہے۔ اسلام نے مالکوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے ماتحت کام کرنے والوں کا کام اس ماہ میں روزے کی وجہ سے عام دنوں کے مقابلے میں کم دیں۔ ایسا کرنے پر مالک گناہوں کی بخشش اور جہنم سے آزادی کا مستحق ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ)) (رواہ البیهقی)

''اور جو کوئی اپنے غلام (زیردستوں) کے کام میں کمی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے دوزخ کی آگ سے آزادی عطا فرمائے گا۔''

خلاصۂ کلام

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یکم مئی کو محنت کشوں کا دن منانا چاہیے یا نہیں؟ اس سوال سے قطع نظر ہمیں اپنا احتساب ضرور کرنا چاہیے کہ اسلام نے محنت کش طبقے کو جو حقوق دیے ہیں کیا ہم ان میں سے کسی حق کے بارے میں سستی کا مظاہرہ کر کے ان پر ظلم تو نہیں کر رہے کہ کل قیامت کے دن یہ اللہ کے حضور ہمارے خلاف دست سوال دراز کریں اور اس وقت ہمارے پاس سوائے شرمندگی کے کچھ نہ ہو۔ باقی یہ جلوس نکالنا اور محنت کشوں کے حقوق کی صرف زبانی قراردادیں پیش کرنا، اس دن کو منانے کا طریقہ نہیں ہے۔ اصل کرنے کا کام یہی ہے کہ ہم اپنے ماضی و حال کا جائزہ لیں اور مستقبل کے لیے پختہ ارادہ کریں کہ اس طبقے کو اسلام نے جو حقوق دیے ہیں ہم اس کا خیال رکھیں گے۔

ایک حدیث پر اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔ یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ صحاح ستہ میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ)) (صحیح بخاری)

''تمہارے ملازم تمہارے بھائی ہیں۔ پس اللہ نے تم میں سے جس کے ماتحت تمہارے بھائی کو کیا ہے تو وہ اس کو ویسا ہی کھلائے جیسا خود کھاتا ہے اور اس کو اسی طرح کا (لباس) پہنائے جیسا خود پہنتا ہے اور اس کو وہ کام نہ کہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا اور اگر کوئی ایسا کام کہہ دے جو اس کو مغلوب کر دے تو پھر خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے۔''

دعائے صحت کی اپیل

۱۔ حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم سوسائٹی کے امیر جناب ثاقب رفیع شیخ کی پسلی کا آپریشن ہوا ہے۔

۲۔ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق جناب فرخ شمیم ہیپاٹائٹس C میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

شمارہ مئی 2012

غلبۂ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیمِ اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کیا ہونے کو ہے؟ .... ایوب بیگ مرزا
تفکّر: معرفتِ حق کا اہم ذریعہ .... عتیق الرحمٰن صدیقی
حصولِ علم کی فرضیت، اہمیت اور فضیلت .... پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کا ایک مطالعہ .... حافظ محمد مشتاق ربانی
حقوق و فرائض .... اُمّ عمار عبدالخالق
کلامِ اقبال: قرآن کے ترازو میں (۴) .... پروفیسر عبداللہ شاہین
مولانا وحیدالدین خان: اپنے الفاظ کے آئینے میں (۳) .... ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ''بیانُ القرآن'' تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

دنیائے اسلام کی نامور شخصیات

تحریر و تحقیق: فرقان دانش

معروف قول ''فضیلت وہ ہے جسے دشمن بھی تسلیم کریں'' کے مصداق آقائے دو جہاں، نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کو ماسوائے چند بیمار ذہنیت کے حامل مایوس افراد کے پوری دنیا انسانیت کا نجات دہندہ تسلیم کرتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ The Hundred نامی کتاب جو ایک عیسائی کی تحریر کردہ ہے اس میں آپؐ کو تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ متاثر کن شخصیات میں سرِ فہرست رکھا گیا ہے۔ لیکن جس طرح رحمت للعالمینؐ کی ذات والا بابرکات کسی پہلو سے اپنوں یا غیروں کی سند کی محتاج نہیں، اسی طرح آپؐ کے تربیت یافتہ اصحابؓ بھی ستاروں کی مانند ہیں جن کے اخلاق و کردار کی روشنی سے پوری دنیا تا قیامت منور ہوتی رہے گی۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے کارناموں کا تذکرہ مختلف مضامین اور تحریروں کی صورت میں ندائے خلافت کی زینت بنتا رہتا ہے اور آئندہ بھی یہ صفحات ان نفوس قدسیہ کی حیات مقدسہ کی خوشبو سے مہکتے رہیں گے۔ ''دنیائے اسلام کی نامور شخصیات'' کے عنوان سے شروع کیے جانے والے اس نئے سلسلہ مضامین میں صحابہ کرامؓ کے بعد آنے والی ان مسلم شخصیات کا تذکرہ مقصود ہے جنھوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ اس سلسلہ کے ذریعے تاریخ اسلام کے عظیم حکمرانوں، سپہ سالاروں کے علاوہ علم و ادب، تصوف و فلسفہ، سائنس، طب و تحقیق اور تحریر و تقریر وغیرہ کے میدان سے وابستہ ان نمایاں مسلم ہیروز کی سوانح پیش کی جائے گی جن کے حالات زندگی اور اخلاق و کردار کا مطالعہ اقامتِ دین کی جدوجہد میں مصروف کارکنوں کو جلا بخشنے کے ساتھ ساتھ قارئین کو بھی مومنانہ زندگی گزارنے اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے بہت کچھ کرنے کا حوصلہ عطا کرے گا۔ قیام خلافت کے نقیب ''ندائے خلافت'' کی مناسبت سے اس سلسلے کا آغاز اس ہستی کے تذکرے سے کیا جا رہا ہے جنھوں نے احیائے خلافت کے لیے عیش و آرام کی زندگی ترک کر کے اپنے عہد حکومت میں خلافتِ راشدہ کے نظم و نسق کو اس طرح دوبارہ قائم کیا کہ دورِ صحابہؓ کی یاد تازہ ہوگئی۔ جی ہاں! ہماری مراد خلیفۂ راشد، عمر ثانی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے ہے۔ مؤرخین نے آپؒ کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں کی وجہ سے آپ کو مجدد دین اسلام میں شمار کیا ہے۔ (مؤلف)

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۱)

حالاتِ زندگی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یزید کے زمانہ میں 61 ہجری یا 63 ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالعزیز بن مروان اور والدہ کا نام اُم عاصم تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے پرنانا تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زیادہ تر تعلیم و تربیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ لیکن اس مقصد کے لیے آپؒ اپنے چچا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس مصر میں بھی رہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، آپؒ نے عربی اور شعر و شاعری کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپؒ کے اساتذہ میں متعدد صحابہؓ اور تابعین شامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے آپؒ کے علم و فضل کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے کہ آپؒ بڑے فقیہہ، محدث، مجتہد اور معتبر حافظ تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ سے مشکل مسائل دریافت کرنے آتے اور آپ بڑی آسانی سے انھیں حل بتا دیتے۔ عبدالملک بن مروان نے اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی آپؒ سے کر دی تھی۔ عبدالمالک کے دور میں آپ خناظرہ کے گورنر تھے۔ لیکن 86 ہجری میں جب ولید بن عبدالملک حاکم بنا تو اس نے آپ کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ یہ گورنری آپ نے اس شرط پر قبول کی کہ آپ سابقہ گورنروں کی ظالمانہ روش کو جاری نہ رکھیں گے۔ 93 ہجری میں ایک واقعہ پیش آیا جس کے باعث آپ مدینہ کی گورنری سے دستبردار ہوگئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت

ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اس نے آپ کو اپنا وزیر بنا لیا۔ 99 ہجری میں سلیمان بن عبدالملک کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے صلاح مشورے کے بعد نئے خلیفہ کے بارے میں اپنے ہاتھ سے وصیت نامہ تحریر کیا اور اسے مہر بند کرا کر اپنے خاندان والوں سے اس تحریر پر بیعت خلافت لی اور خلیفہ کا نام صیغۂ راز میں رکھا۔ خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنے خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں سلیمان کی موت کے بعد پتہ چلا۔ سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز و تکفین کے بعد آپ کے سامنے شاہی سواریاں پیش کی گئیں تو آپؒ نے یہ کہہ کر ان کو بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا کہ میرے لیے میرا خچر ہی کافی ہے۔ جب ایک پولیس افسر نیزہ لے کر آپ کے آگے آگے چلا تو اس کو ہٹا دیا اور کہا میں بھی ایک عام مسلمان ہی ہوں۔ اسی طرح خلیفہ کے لیے مخصوص خیمے، قالین، کپڑے اور خوشبوؤں کے ذخائر بھی بیت المال میں داخل کرا دیئے۔ اس کے بعد مسجد میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا:

''لوگو! مجھے میری رائے لیے بغیر میری خواہش اور عام مسلمانوں سے مشورہ لیے بغیر تمہارا خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔ میری بیعت کا جو قلادہ تمہاری گردنوں میں ہے میں اسے خود نکال رہا ہوں جسے تم چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔''

تمام لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم آپؒ کی خلافت پر راضی ہیں۔ اس پر آپؒ نے ایک مفصل تقریر کی جس میں لوگوں کو تقویٰ، موت اور آخرت توجہ دلائی۔ اس تقریر میں بھی آپؒ نے مندرجہ ذیل تاریخی جملے ارشاد فرمائے:

''لوگو! جب میں خدا کی اطاعت کروں میری اطاعت کرنا اور اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور تک خلافت اسلامیہ کی بنیاد کتب و سنت اور آثار صحابہؓ پر قائم نہ رہی تھی۔ آپؒ کا کارنامہ یہ ہے کہ آپؒ نے اس کو دوبارہ قائم کیا اور ایک عام اعلان کرا دیا کہ جو عامل کتاب و سنت پر عمل نہ کرے اس کی اطاعت فرض نہیں۔ ایک بار سالم بن عبداللہ کو خط لکھا جس میں یہ الفاظ بھی درج کیے۔ ''میں چاہتا ہوں

کہ رعایا کے معاملے میں حضرت عمر بن الخطابؓ کی روش اختیار کروں بشرطیکہ یہ خدا کو منظور ہو اور میں اس پر قادر ہوں۔" (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

اموالِ مغصوبہ کی واپسی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے سے پہلے خاندان بنوامیہ کے حکمرانوں نے رعایا کے مال وجائیداد پر غاصبانہ قبضہ کرلیا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے سب سے پہلے اموال مغصوبہ کی واپسی کی طرف توجہ کی جو کہ ایک مجدد خلافت اسلامیہ کے لیے سب سے ضروری تھا۔ چنانچہ آپ جب سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز وتکفین اور خلافت کے ابتدائی مراحل طے کرکے واپس آئے تو شب بیداری کے باعث ظہر تک قیلولہ کی نیت سے سونا چاہتے تھے۔ لیکن آپ کے صاحبزادے عبدالملک جو نہایت عابد و زاہد تھے اور جنھوں نے آپ کو امور خلافت کے اہم معاملات میں ہمیشہ مدد دی نے اسی حالت میں آ کر آپؒ سے کہا "ظہر کے وقت تک آپ کی زندگی کا کون ذمہ دار ہوسکتا ہے۔ اس لیے لوگوں کے غصب شدہ اموال و جائیداد کو فوراً واپس کر دیجئے ورنہ آپؒ بھی سابقہ حکمرانوں کے اعمال میں شریک کار ہوں گے۔" اس فقرہ کا آپؒ پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ فوراً منادی کرائی اور لوگوں کی شکایتیں سننے کے لیے بیٹھ گئے۔ چونکہ آپؒ خود بھی خاندان بنوامیہ کے رکن تھے اس لیے سب سے پہلے اپنی ذات اور اپنے خاندان سے ابتدا کی اور اپنے مزاحم (منشی) کو حکم دیا کہ وہ ان جاگیروں کی سندیں پڑھ پڑھ کر سنائیں جو عرب کے مختلف حصوں مثلاً یمن اور یمامہ وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھیں وہ سناتے جاتے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کو قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے تھے۔ اس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی سب جاگیر اور مال سے دستبردار ہوگئے۔ یہاں تک کہ انگوٹھی کا نگینہ جو ان کو ولید نے دیا تھا، اس کو بھی واپس کردیا۔ مزاحم سے دیکھا نہ گیا اور کہا کہ اولاد کی معاش اور گزر بسر کا کیا ہوگا۔ بولے کہ "ان کو خدا پر چھوڑتا ہوں۔"

سب سے زیادہ اہم معاملہ باغ فدک کا تھا جسے مروان نے اپنی جاگیر میں داخل کرلیا تھا۔ منصب خلافت سنبھالتے وقت یہ باغ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے قبضے میں تھا۔ فرمایا جو چیز رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو نہیں دی اس پر میرا کوئی حق نہیں۔ اس باغ کی وہی حیثیت بحال کرتا ہوں جو عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھی۔ اس کے بعد عام لوگوں کے اموال مغصوبہ واپس دلائے۔ حقوق کی واپسی کے لیے قطعی شہادت یا حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جو شخص دعویٰ کرتا معمولی سے معمولی شہادت پر اس کا مال واپس مل جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اپنے ماتحت امراء وعمال کو بھی ہدایتیں بھیجتے رہتے تھے کہ وہ بھی جلد از جلد ان کے اموال واپس دلائیں۔ ابوالزناد کا بیان ہے کہ عراق میں جب ہم نے اس کام کو شروع کیا تو عراق کا بیت المال بالکل خالی ہوگیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو شام سے روپیہ بھیجنا پڑا۔ ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف سے کوئی تحریر ایسی نہ آتی تھی جس میں اموال مغصوبہ کی واپسی، احیائے سنت، ادائے امانت اور ابطالِ بدعت کی ہدایت درج نہ ہوتی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے طرزِ عمل سے رعایا نے سکھ کا سانس لیا، لیکن تمام خاندان بنوامیہ ان سے برہم ہوگیا، کیونکہ قدیم امتیاز واحساس برتری نے ان کے لیے مساوات کو بالکل خوابِ فراموش بنا دیا تھا اور اب وہ اپنے آپ کو عام مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑا دیکھتے تو اپنی ذلت سمجھے۔ دوسرے اس طرزِ عمل سے ان کے آباء واجداد کا دامن داغ دار نظر آتا تھا۔ اس لیے تمام مروانی خاندان نے مختلف طریقوں سے آپ کو روکنا چاہا۔ عمر بن ولید بن عبدالملک نے آپ کو خط لکھا:

"تم نے سابقہ خلفاء پر عیب لگایا ہے۔ تم نے منبر پر بیٹھتے ہی اپنے خاندان کو ظلم و جور کے لیے مخصوص کرلیا۔ تم نے قریش کے اموال و جائیداد کو ظلم و عدوان سے بیت المال میں داخل کرکے قطع رحمی کی ہے۔"

اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خط لکھا:

"اگر مجھے فرصت ہوتی تو میں تجھ کو اور تیرے خاندان کو راہِ راست پر لاتا۔ کیونکہ ہم نے مدتوں ہوئی کہ حق سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اگر تم فروخت کیے جاؤ اور تمہاری قیمت یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں پر تقسیم کی جائے تو کافی نہ ہوگی، کیونکہ تم میں سب کا حق شامل ہے۔ تم پر سلام ہو لیکن خدا کا سلام ظالموں کو نہیں پہنچتا۔"

ایک بار تمام خاندان کے لوگوں نے آپ کی پھوپھی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے کہا "تمہارے قرابت دار شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نے ان سے روٹی تک چھین لی ہے۔ مجھے خوف ہے وہ تمہارے خلاف بغاوت نہ کردیں۔" حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا "میں نے ان کا کوئی حق نہیں روکا۔" اس کے بعد ایک اشرفی اور گوشت کا ایک ٹکڑا منگوایا۔ پھر اشرفی کو آگ میں ڈال دیا۔ جب وہ خوب سرخ ہوگئی تو اس کو اُٹھا کر گوشت کے ٹکڑے پر رکھ دیا جس سے وہ بھن گیا۔ اس پر پھوپھی سے کہا کیا آپ پسند کریں گی کہ آپؒ کا بھتیجا اس قسم کے عذاب میں مبتلا ہو۔ پھر کہا:

"اے پھوپھی جان! رسول اللہ ﷺ نے ایک نہر جاری کی۔ پھر ایک شخص ابوبکر ؓ کو اس نہر کا نگران بنایا گیا۔ جس نے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی۔ پھر دوسرا شخص عمرؓ نہر کا مالک بنا۔ اس نے بھی اس میں کوئی تغیر نہ کیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن بعد کے لوگوں نے اس سے متعدد نہریں نکالیں۔ یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ باقی نہ رہا۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو تائید ایزدی سے تمام نہروں کو پاٹ کر پہلی نہر کو جاری کردوں گا۔"

خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شاہانہ انداز سے زندگی بسر کرتے تھے۔ نہایت عمدہ کپڑے پہنتے اور نہایت قیمتی خوشبو لگاتے تھے۔ لیکن خلیفہ بننے کے ساتھ ہی ان کے طرزِ زندگی میں انقلاب برپا ہوگیا۔ انہوں نے خلفائے راشدین کا سا فقر اختیار کرلیا۔ جب آپؒ مدینہ کے گورنر تھے تو رہن سہن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ گورنر ہیں۔ لیکن خلیفہ ہونے کے بعد کسی طور پتا نہ چلتا تھا کہ وہ خلیفہ ہیں۔ ایک بار کچھ لوگ ان سے ملنے آئے تو ان کے سامنے احتراماً کھڑے رہے۔ اس پر آپؒ نے فرمایا: "اگر تم کھڑے رہو گے تو مجھے بھی کھڑا ہونا پڑے گا۔ لوگوں کو صرف خدا کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے اس لیے بیٹھ جاؤ۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ انتہائی درجے عبادت گزار تھے لیکن امور خلافت بھی نہایت مستعدی سے سرانجام دیتے تھے۔ آپ کا عام معمول یہ تھا کہ شام ہونے کے بعد آدھی رات تک امور خلافت انجام دیتے۔ آدھی رات کے بعد علماء سے صحبت رکھتے۔ رات کا پچھلا پہر عبادت گزاری کے لیے مختص تھا۔ ان کی مشغولیت دیکھ کر بعض اشخاص ترس کھاتے اور آرام کا مشورہ دیتے تو فرماتے "فرصت اب صرف خدا کے یہاں نصیب ہوگی۔" (جاری ہے)

☆☆☆

طالبان، افغانستان، کابل پر حملے اور امریکی ردّعمل

کے موضوع پر خلافت فورم میں مذاکرہ

شرکاء: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ/ ایوب بیگ مرزا

میزبان: وسیم احمد

سوال: پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں مشروط طور پر نیٹو سپلائی کی بحالی کا عندیہ دے دیا گیا ہے اور نیٹو سپلائی کی بحالی کے حوالے سے تجاویز حکومت کے سامنے پیش کر دی گئیں۔کیا آپ کے خیال میں ان شرائط پر حکومت نیٹو سپلائی بحال کر دے گی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سامنے آ رہی ہے کہ نیٹو سپلائی کے حوالے سے پارلیمانی کمیٹی کی ان سفارشات کے معاملے میں مختلف جماعتوں کے درمیان ایک ڈیڈ لاک کی سی پوزیشن بن گئی تھی۔اس تمام صورت حال میں جنرل اشفاق پرویز کیانی نے مداخلت کرتے ہوئے اس معاملے کو نہ صرف سلجھایا بلکہ نیٹو سپلائی کی بحالی میں ایک اہم کردار بھی ادا کیا ہے۔ نیٹو سپلائی کے اس پورے (Episode) کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اُصول کی بات کیا ہے اور شرائط کا ذکر یا معاملہ کیوں کر پیش آیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں نے تمہارے بھائی کو قتل کرنا ہے اب تم بتاؤ کہ تمہاری ڈیمانڈ کیا ہے یا کیا قیمت لو گے تو کیا وہ شخص اپنی ڈیمانڈ بتائے گا یا اپنے بھائی کے قتل میں رکاوٹ بنے گا؟ اصل سوال یہ ہے کہ آخر یہ سپلائی کیونکر بحال ہو، کیا اس لیے کہ امریکہ اس نیٹو سپلائی کہ ذریعہ وہاں موجود طالبان یا یوں کہیے کہ وہ مسلمان جو اپنی ملکی آزادی کے لیے امریکہ کے خلاف برسرِ پیکار ہیں امریکہ اس نیٹو سپلائی کو ان کے خلاف کھلم کھلا استعمال کر کے اُن لوگوں کا قتل عام کرے۔ بنیادی طور پر تو میں اس بات کے ہی خلاف ہوں کہ کسی بھی قسم کی کوئی شرائط ہوں۔ اول تو نیٹو سپلائی کو شروع ہی نہیں ہونا چاہیے تھا اور اگر خوش قسمتی سے بند ہو ہی گئی ہے تو اِسے دوبارہ کیوں بحال کیا جائے۔ اب جہاں تک آپ کی اُس بات کا تعلق ہے کہ نیٹو سپلائی کے معاملے پر ہماری مختلف جماعتوں کے درمیان ایک ڈیڈ لاک بن گیا تھا اور کیانی صاحب نے اس سارے معاملے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ تو میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مغربی میڈیا کی جانب سے ہمارے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے مغربی جرائد کی بات قطعی درست نہیں ہے کیونکہ اُن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ہمارے خلاف ایسی بات منظر عام پر لائیں جس سے پاکستان میں ملٹری اور سول حکومت کے درمیان اختلافات پیدا ہوں۔ بالفرض اگر ایسا معاملہ ہوا بھی ہے تو یہ ایسی کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ ایسا دُنیا میں ہر جگہ ہوتا ہے خود امریکہ میں پینٹا گون، وائٹ ہاؤس کے معاملات میں مداخلت کرتا ہے۔ اب آیئے اُس بنیادی نقطہ کی جانب کہ یہ شرائط ہیں کیا؟ چودہ نکاتی وہ تجاویز یا شرائط ہیں جنھیں قومی سلامتی کمیٹی نے مرتب کیا ہے اور پارلیمنٹ نے اِسے من وعن قبول کیا ہے۔ اب پارلیمنٹ اِسے ایگزیکٹو کے طور پر حکومت کو دے گی آپ دیکھیں کہ پہلے کی نسبت موجودہ شرائط بہت سخت ہیں جیسا کہ اس میں درج ہے کہ امریکہ نا صرف پاکستان سے معافی مانگے بلکہ ڈرون حملے بھی بند کرے۔ اور اس میں سب سے عجیب وغریب شرط جسے میں مضحکہ خیز کہنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ امریکہ

> **ہر محبّ وطن پاکستان نیٹو سپلائی کو مکمل بند کرنے کے حق میں ہے۔**

پاکستان کی سرزمین سے اسلحہ و بارود نہیں لے جاسکے گا بلکہ CIA کے اُن جاسوسی اہلکاروں کا بھی ملک سے مکمل خاتمہ کیا جائے جو سیکیورٹی کنٹریکٹرز کی آڑ میں کافی عرصہ جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ اسی طرح اِن شرائط کے حوالے سے اہم ترین بات جو کہ مشرف کے دور میں نہیں تھی وہ یہ ہے کہ اب ہر بات تحریری ہوگی کوئی غیر تحریری معاہدہ نہیں ہوگا کیونکہ شنید یہ ہے کہ مشرف کے دور کا معاملہ یہ تھا کہ امریکہ سے اگر کوئی ٹیلی فون آتا تھا تو یہ اُسے من وعن قبول کر کے اُس پر عمل درآمد کرنا شروع کر دیتے تھے۔ اگرچہ موجودہ حکمران بھی مشرف کی طرح امریکہ کے نیچرل اتحادی ہی ہیں مگر ان کے اُوپر کچھ ایسے عوامی دباؤ اور ردعمل بھی سامنے آئے ہیں جس کی بنا پر کھلم کھلا امریکہ کی ہاں میں ہاں ملانا حکومت کے لیے مشکلات کا باعث بن سکتا ہے پھر الیکشن کی آمد آمد ہے۔ لہٰذا یہی محسوس ہوتا ہے کہ حکومت الیکشن کے وقت کو ٹالنے کے لیے یہ سب ڈرامہ رچا رہی ہے۔ لیکن بحیثیت مسلمان میں یا کوئی بھی محبّ وطن پاکستانی اس بات کے مکمل حق میں ہے کہ نیٹو سپلائی کو اُصولی طور پر مکمل طور پر بند ہونا چاہیے اور کسی بھی قسم کی سپلائی پاکستان کی سرزمین سے گزر کر افغانستان میں نیٹو افواج کی امداد کے لیے ہرگز نہیں جانی چاہیے۔

سوال: امریکہ کے سامنے نیٹو سپلائی کی بحالی کے حوالے سے جو شرائط رکھی گئی ہیں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ امریکہ ان شرائط کو قبول کرے گا۔ خاص طور پر اُس شرط کے حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ نیٹو سپلائی جو پاکستان کے راستے ہوگی اُس میں گولہ بارود نہیں جاسکے گا۔ یہاں پر تو اب تک نیٹو کے 3400 سے زائد کنٹینرز غائب ہو چکے ہیں۔ کیا حکومتِ پاکستان چیک اینڈ بیلنس کا ایسا کوئی نظام قائم کر پائے گی؟

بریگیڈئیر غلام مرتضیٰ: جب سلالہ چیک پوسٹ پر حملے کے بعد پاکستان نے حتمی فیصلہ کیا کہ ہم نیٹو سپلائی بند کرتے ہیں اور نیٹو سپلائی بند بھی ہوگئی اس وقت ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امریکہ آپ کے پاس سفارشات لے کر آتا اور کہتا کہ آپ کا اس سلسلے میں جو بھی نقصان ہوا ہے اُس کے بدلے ہم آپ کو یہ کچھ دیں گے اور اس اس معاملے میں آپ کی مدد کریں گے برائے مہربانی آپ ہماری نیٹو سپلائی کو دوبارہ سے کھول دیں۔ مگر ہم نے ٹانگے کے آگے گھوڑا لگانے کی بجائے ٹانگے کے پیچھے گھوڑا لگا دیا کہ نیٹو سپلائی کے حوالے سے سفارشات ہم مرتب کریں گے۔ اُس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے وزیر خارجہ اور وزیر خزانہ سفارشات اُن کے سامنے پیش کرنے خود ہی امریکہ جا رہے ہیں۔ سفارشات مرتب کرنا کوئی بڑا کام نہیں ہے اصل کام تو اِس پر عمل درآمد کروانا ہے مگر ابھی تک ہماری حکومت نے اس حوالے سے کوئی Plan Chalk Out ہی نہیں کیا ہے۔ ان کی سپلائی آج سے چار پانچ مہینے پہلے چل رہی تھی وہ اب بھی کسی نے کسی طریقہ سے چل رہی ہے بہرحال امریکہ کو اِس سلسلے میں کوئی جلدی نہیں ہے جس بات پر اُنھیں جلدی تھی وہ کام اُنھوں نے سفارشات کی صورت میں کروالیا ہے۔ اِسی طرح ہماری ڈیفنس کیبنٹ کی کمیٹی کا جو اجلاس ہوا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا کہ کنٹینرز کو کون چیک کرے گا کہ آیا اِن میں اسلحہ ہے بھی کہ نہیں یہ

سب آنکھوں کا دھوکا ہے بلکہ امریکہ جو چاہ رہا تھا وہ ہم نے کر بھی دیا ہے اور اِس بہانے کافی کنٹینرز جا بھی چکے ہیں۔ ہماری پارلیمنٹ میں اس سے پہلے بھی کئی قراردادیں پاس ہو چکی ہیں مثلاً ہم ڈرون حملوں کی اجازت نہیں دیں گے مگر اُس پر امریکہ کی طرف سے تاحال کسی بھی کسی قسم کا کوئی عمل درآمد نہیں ہوا۔

ایوب بیگ مرزا: یہاں میں آپ کی بات میں اضافہ کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ جب انڈیا کے ایک نامور اداکار کو امریکی ائیرپورٹ پر پوچھ گچھ کے لیے کچھ دیر روکا جاتا ہے اِس پر بھارت بڑی برہمی کا اظہار کرتا ہے تو امریکہ فوراً اپنے اس رویے پر معافی مانگتا ہے جبکہ ہمارے چوبیس جوانوں کی شہادت پر امریکہ معافی نہیں مانگتا۔

> **نیٹو سپلائی نہ کھول کر پاکستان نے سلامتی کونسل کی قرارداد کی مخالفت کی ہے امریکہ اس بندش کو دلیل بنا کر پاکستان کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنا چاہے گا۔ کیا اس خوف میں ہمیں نیٹو سپلائی بحال کر دینی چاہیے**
> **''ہرگز نہیں ہرگز نہیں''**

دلچسپ بات یہ ہے کہ بھارت اِس معافی کو قبول ہی نہیں کر رہا۔ حقیقت میں یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم خود اپنی عزت نہیں کرتے جب تک ہم خود اپنی عزت نہیں کریں گے تب تک کوئی ہماری عزت نہیں کرے گا۔

سوال: 17 فروری 2012ء کو اسلام آباد میں پاکستان ایران اور افغانستان کے سربراہوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اُس وقت اُس سربراہی اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہم اپنی سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ بلکہ اس موقف پر ہماری حکومت اور سیکولر طبقہ بھی شور مچاتا نظر آتا ہے کہ اپنی سرزمین کسی اور ملک کے خلاف استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ لیکن نیٹو سپلائی کے بارے میں ان سفارشات کا مرتب ہونا اور نیٹو سپلائی کی بحالی کا گرین سگنل دینا اِس بات کی گواہی ہے کہ ہماری طرف سے برادر اسلامی ملک کے خلاف سرزمین استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں وسیم صاحب آپ نے اس موقع پر بہت ہی اہم نکتہ کی طرف نشاندہی کی ہے کہ یہ عجیب تضاد ہے کہ ہماری گورنمنٹ اور سیکولر طبقہ اِس بات کا ڈھنڈورا تو زور وشور سے پیٹتا ہے کہ پاکستان سے غیر ریاستی عناصر افغانستان میں امریکہ کے خلاف لڑنے جاتے ہیں آپ یہ دیکھیں کہ امریکہ کیا بلکہ پوری دُنیا اِس کو تسلیم کرتی ہے کہ امریکہ اِس وقت نہ صرف پوری دُنیا میں تن تنہا سپر طاقت ہے بلکہ اِس واحد سپر طاقت نے اپنی ساتھ 47 ملکوں کو نیٹو افواج کی صورت میں اپنی ساتھ ملایا ہوا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ غیر ریاستی عناصر اتنے طاقتور ہیں کہ انھوں نے امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کی ٹیکنالوجی اور مشینوں کو نہ صرف ناکارہ بنا کے رکھ دیا ہے بلکہ اُنھیں ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔ لہٰذا یہ بات تو بذاتِ خود مضحکہ خیز لگتی ہی کہ پاکستان سے یہ لوگ افغانستان جاتے ہیں آپ دیکھیے کہ پچھلے دس سالوں سے طالبان نے امریکہ کی جدید ترین ٹیکنالوجی کو افغانستان کی سرزمین میں دفن کر کے رکھ دیا ہے۔ درحقیقت جن لوگوں سے امریکہ افغانستان میں جنگ کر رہا ہے اُن کی پشت پر حقیقت میں اللہ ہے اور اللہ ہی کی اُنھیں مدد حاصل ہے۔ جس کی بنا پر اُنھوں نے اُس ملک کی ٹیکنالوجی کو خاک میں ملا کے رکھ دیا ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم خلا سے زمین کی تہوں میں موجود دھاتوں کو نا صرف دیکھ سکتے ہیں بلکہ اُن کا وزن بھی کر سکتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف ہماری حکومت کا یہ حال ہے کہ بیک وقت وہ یہ بھی کہتی ہے کہ یہاں سے نیٹو سپلائی نہیں جانی چاہیے اور دوسرے ہی لمحے وہ نیٹو سپلائی کی بحالی کی بات بھی کرتی ہے یہ درحقیقت بہت بڑا تضاد ہے میں اِس کی ایک اور مثال دیتا ہوں کہ اسی افغانستان پر جب ضیاء الحق کے دور میں روس نے حملہ کر کے قبضہ کیا تھا۔ تو اِس سیکولر طبقہ نے اُس وقت امریکہ کی مخالفت اور روس کی حمایت کی تھی۔ آج امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا ہے تو یہی طبقہ آج امریکہ کے تلوے چاٹ رہا ہے اور دوسروں کی مخالفت کر رہا ہے۔ درحقیقت یہ سیکولر طبقہ اسلامی نظام کے قیام کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی نظریاتی اختلاف نظر نہیں آتا ہے، نہ ہی جغرافیائی لحاظ سے اور نہ ہی ریاستی لحاظ سے۔ نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری اپوزیشن جماعتیں بھی اسلام دشمن سازش میں حکومت کے ساتھ مکمل تعاون دکھا رہی ہیں بلکہ حکومت تو یہاں تک کہہ رہی کہ ہم متفقہ قراردادیں لائے ہیں اگرچہ پچھلی دو متفقہ قراردادیں تو ردی کی ٹوکری میں گل سڑ گئی ہوں گی درحقیقت اپوزیشن بھی اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے لہٰذا وہ امریکہ کی مخالفت کبھی کھل کر نہیں کرے گی۔ اگر اپوزیشن حکومت کی مخالفت کرتی ہے تو وہ درحقیقت امریکہ کی مخالف کہلائی گی اور امریکہ کی مخالفت کسی کو وارے میں نہیں ہے خاص کر اُس کے لیے جو اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہو۔

سوال: بنوں جیل میں حملہ کے چند گھنٹوں کے بعد ہی افغانستان کے مختلف شہروں میں طالبان کی کارروائیاں ہوئی ہیں جس کے نتیجے میں نیٹو افواج کا کافی جانی نقصان ہوا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا اِن دونوں حملوں کے درمیان کسی بھی قسم کی کوئی مماثلت پائی جاتی ہے نیز جس طرح امریکہ نے 9/11 کا ملبہ القاعدہ پہ ڈال کر افغانستان پر چڑھائی کی تو اب کیا امریکہ کی جانب سے جس طرح کابل میں یا دوسرے شہروں میں طالبان کی جانب سے کارروائیاں ہوئی ہیں۔ اُس کا ملبہ پاکستان پر ڈال کر پاکستان کو ٹف ٹائم تو نہیں دیا جائے گا؟

بریگیڈئیر غلام مرتضیٰ: میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ دونوں معاملے آپس میں جڑے ہوئے ہیں کیونکہ بنوں جیل کے معاملے میں تو تحریک طالبان پاکستان کا نام آتا ہے جس میں وہ اپنے کچھ ساتھی قیدی چھڑا کر لے گئے تھے۔ بلکہ یہ بھی ہماری حکومت کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ چار پانچ سو آدمی راکٹ لانچر کے ساتھ آئیں اور پاکستان کے ایک معروف شہر کی جیل پر اتنا بڑا حملہ کر کے قیدیوں کو نکال کر لے جائیں جبکہ افغانستان میں ہونے والے حملہ کی ذمہ داری افغانستان کے طالبان نے لی ہے۔ مگر آپ دیکھیں کہ امریکہ نے فوراً ہی دونوں اطراف کے حملوں کی ذمہ داری پاکستان میں موجود حقانی نیٹ ورک پر ڈال دی کیونکہ اِس طرح امریکہ پاکستان کو پریشان کر کے یہ بتانا چاہتا ہے کہ درحقیقت پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ حقانی نیٹ ورک کو سپورٹ کرتی ہے۔ اب تو امریکہ کی جانب سے ہیلری کلنٹن کا یہ بیان بھی آ گیا ہے کہ پاکستان حقانی نیٹ ورک کے خلاف ایکشن لے تاکہ امریکہ کی افغانستان میں بے سروسامان طالبان کے ہاتھوں جو درگت بن رہی ہے اُس کو روکا جا سکے۔ امریکہ جو دُنیا کا واحد سپر پاور ملک ہے وہ اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی کے باوجود پچھلے دس سالوں سے افغانستان میں مکمل بے بس ہے۔ امریکہ پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈال رہا ہے کہ طالبان کے خلاف کارروائی میں پاکستان اپنا زیادہ حصہ ڈالے۔ لہٰذا پاکستان میں بنوں جیل میں ہونے والے حملے کے ذریعے امریکہ پاکستان کو اس طرح بدنام کرنا چاہتا ہے کہ دیکھیں پاکستان نے ہمارے ایجنٹ اپنے ملک سے نکال دیے ہیں جب کہ ہماری مدد کے بغیر یہ

اس قابل بھی نہیں کہ اپنی حفاظت بھی خود کر سکیں۔ یہ پاکستان کو دُنیا بھر میں بدنام کرنے کی ایک گھناؤنی سازش ہے۔

سوال: **پینٹا گون نے افغانستان میں ہونے والے دھماکوں کا حقانی نیٹ ورک پر الزام لگا دیا ہے اور شمالی وزیرستان میں ایک مرتبہ پھر آپریشن کا مطالبہ کیا ہے آپ اس کو کیسے دیکھتے ہیں؟**

ایوب بیگ مرزا: اس حوالے سے میری رائے دوسرے لوگوں سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ شاید آپ کو ذرا نرالی بھی لگے۔ امریکہ کے حالیہ طرزِ عمل کے حوالے سے اگر چہ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا مگر مجھے شک ہے کہ شاید امریکہ خود نہیں چاہتا کہ پاکستان نیٹو سپلائی کو بحال کرے۔ یقیناً آپ کو یہ بات عجیب لگی ہوگی کیونکہ اب بات جس نہج پہ پہنچ چکی ہے اُس سے یہی لگتا ہے کہ امریکہ یہ خود نہیں چاہتا ہے کہ نیٹو سپلائی بحال ہو۔ اگر چہ سفارشات کے حوالے سے امریکہ بے چین بھی تھا اور امریکہ کی یہ خواہش بھی تھی کہ معاملات حل کی جانب جائیں لیکن کچھ شرائط اور وقت کے حوالے سے اب امریکہ اِس نتیجہ پر پہنچ چکا ہے کہ پاکستان پر اب آخری ضرب لگائی جائے۔ امریکہ یہ عذر پیش کرے گا کہ نیٹو سپلائی نہ کھول کر پاکستان نے سلامتی کونسل کی قرارداد کی مخالفت کی ہے لہٰذا اس بندش کو دلیل بنا کر پاکستان کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنا چاہے گا۔ اب اگر آپ کہیں کہ اس خوف سے ہمیں امریکہ کی سپلائی لائن بحال کر دینی چاہیے تو میرا جواب ہے ''ہرگز ہرگز نہیں'' وہ اس لیے کہ میں یہ ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ امریکہ اور ہماری موجودہ حکومت خاص کر آصف علی زرداری صاحب کا یہ مکمل ارادہ لگتا ہے کہ پاکستان کو معاشی طور پر اُس نہج پر پہنچا دو کہ یہ ایک ناکام ریاست تسلیم کر لی جائے۔ آپ موجودہ ملکی صورتِ حال ہی کو دیکھ لیں کیسی لوٹ مار لگی ہوئی ہے جس سے یہ صورتِ حال بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان بالکل دیوالیہ ہونے کے قریب پہنچا ہوا ہے ایسی صورتِ حال میں جب تمام ممالک سے امداد ملنا بند ہو جائے گی تو امریکہ کو گولہ بارود برسانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ اب میں اپنی اصل بات پر آتا ہوں اور وہ یہ ہی کہ شاید یہ ڈیفالٹ ہمارے لیے وقتی طور پر بہت پریشان کن حالات پیدا کرے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے اُمید ہے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ مشکلات ہمارے لیے نعمت کا باعث ہوں گی میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ ڈیفالٹ ہوتا ہے تو ہو جانے دیں مگر کسی صورت بھی نیٹو کی سپلائی بحال نہ کی جائے۔ آپ دیکھیے کہ اب جو باتیں حقانی نیٹ ورک اور شمالی وزیرستان پر حملے کے حوالے سے ہو رہی ہیں امریکہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ پاکستان شمالی وزیرستان پر ہرگز آپریشن نہیں کرے گا۔ بلکہ افواج پاکستان اِس وقت اِس پوزیشن میں ہی نہیں ہیں کہ وہاں

> **اپوزیشن مستقبل میں اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے وہ کبھی بھی کھل کر امریکی مخالفت نہیں کرے گی**

آپریشن کر سکیں لہٰذا اگر پاکستانی افواج ایسا کرتی ہیں تو اس کا نتیجہ انتہائی خطرناک نکلے گا اور خدانخواستہ پاکستان کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہ رہے گی۔ لہٰذا امریکہ جان بوجھ کر ہم پر وہ شرائط لاگو کر رہا ہے جو کہ نا قابل عمل ہیں۔ بظاہر یہ ایک سوچی سمجھی سازش معلوم ہو رہی ہے اب آگے دیکھیے کہ حالات مستقبل میں کیا رُخ اختیار کرتے ہیں۔

سوال: **یہ فرمائیے کہ کیا دفاع پاکستان کونسل اِس وقت اس پوزیشن میں ہے کہ نیٹو سپلائی کو عوامی طاقت کے ذریعے روک سکے؟**

بریگیڈ ئیر غلام مرتضیٰ: دفاع پاکستان کونسل نے گزشتہ دنوں ملک بھر میں بھرپور جلسے کیے تھے اور اِس سلسلے میں انھیں بڑی عوامی پذیرائی بھی حاصل ہوئی تھی اس پر آپ نے غور کیا کہ امریکہ نے فوراً ردِّ عمل کے طور پر حافظ سعید کا ایشو کھڑا کر دیا۔ حالانکہ اس کے جواب میں دفاع پاکستان کونسل نے بڑا سخت رویہ اختیار کیا تھا جبکہ دیکھا جائے تو حافظ سعید صاحب کے سر کی قیمت لگانا کوئی بڑا ایشو نہیں تھا جبکہ حافظ سعید اور عبدالرحمٰن مکی صاحب الحمد للہ ملک میں اس وقت زندہ سلامت ہیں۔ درحقیقت امریکہ نے ایسا ایشو جان بوجھ کر کھڑا کیا تا کہ وہ دفاع پاکستان کونسل کو دفاعی پوزیشن میں لے جائے اب جبکہ ہماری اسمبلی اور سینٹ نے نیٹو سپلائی کی بحالی پر قرار داد پاس بھی کر دی ہے اور اب دفاع پاکستان کونسل کے جلسے اور اجتماعات بھی نہیں ہو رہے ہیں بلکہ اب تو دفاع پاکستان کونسل کی جانب سے بیانات بھی آنا بند ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب یہ کہنا کہ دفاع پاکستان کونسل نیٹو سپلائی کو عوامی طاقت کے ذریعے روک سکے گی یہ اب ممکن نظر نہیں آتا ہے دفاع پاکستان کونسل خود دفاعی پوزیشن میں چلی گئی ہے بلکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کہ پوری قوم اس موقف کو لے کر چلتی بلکہ مولانا فضل الرحمٰن اور مسلم لیگ (ن) نے جس طرح کا اسٹینڈ لیا تھا اس سے بظاہر یہی لگتا تھا کہ بڑی تبدیلی آئے گی مگر بعد میں انھیں بھی اپنے موقف میں تبدیلی کرنی پڑی اور اب متفقہ طور پر ایک قرارداد بھی آ گئی ہے یہ الگ بات کہ نیٹو سپلائی ابھی سرکاری طور پر بحال تو نہیں ہوئی اور امریکہ کی جانب سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ اُسے بھی اس بات کی ابھی کوئی جلدی نہیں ہے جبکہ پہلے اُن کی طرف سے یہ بیانات آ رہے تھے کہ ہم پاکستان کی جانب سے سفارشات کا انتظار کر رہے ہیں لیکن اب وہاں بھی خاموشی چھا گئی ہے اس کی کچھ بھی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ لیکن اب یہ کہنا کہ دفاع پاکستان کونسل کوئی بہت مضبوط عوامی تحریک چلا سکے گی، مجھے بظاہر کوئی امکانات نظر نہیں آ رہے ہیں۔

☆☆☆

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور

Youtube.com/khilfatforum

پر دیکھی جاسکتی ہے۔ مرتب: وسیم احمد

ضرورت رشتہ

☆امریکی شہریت کے حامل پاکستانی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس اوکپشنل تھراپی (O.T) 'میری لینڈ ہسپتال میں ملازمت کے لئے امریکی شہریت کے حامل، دیندار، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 410.680.61245

E.mail:a_rashid01@yahoo.com

☆لاہور میں رہائش پذیر وٹو راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم بی اے کے لئے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4351893

☆ شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 20 سال، تعلیم بی کام کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 37814765
0300-8411919

سزا یافتہ مجرم......!!

عرفان صدیقی

سید یوسف رضا گیلانی کو سزا سنادی گئی۔ سات رکنی بینچ نے اُنہیں توہین عدالت کا مرتکب پایا۔ حکم جاری ہوا کہ وہ عدالت کے برخاست ہونے تک قید میں رہیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ عدالت عظمٰی کے عزت مآب جج صاحبان فیصلہ سنانے کے بعد اپنے چیمبرز کو رخصت ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی وزیراعظم کو ملنے والی سزا تمام ہوگئی۔ لیکن اب یوسف رضا گیلانی وہ نہ تھے جو کمرہ عدالت میں داخل ہوتے وقت تھے۔ تب ان پر ایک الزام تھا۔ یہ الزام کہ بطور چیف ایگزیکٹو انہوں نے عدالت کا ایک واضح فیصلہ ماننے میں کوتاہی کی۔ یہ کہ انہوں نے شعوری طور پر عدالت کا مضحکہ اڑایا۔ یہ کہ بار بار کی تلقین کے باوجود انہوں نے عدلیہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے انکار کردیا۔ آج صبح عدالت کے کمرے میں قدم دھرنے تک وہ محض ملزم ہی تھے لیکن چند لمحوں بعد، اس کمرے کی دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہوئے وہ ملزم نہیں، ایک سزا یافتہ مجرم تھے۔ وہ طویل عرصے تک عدالت عظمٰی کے فیصلے سے گلی ڈنڈا کھیلتے رہے۔ ان کی کابینہ کے وزراء اُن کے ایما پر عدلیہ کے خلاف جابجا سرکس لگاتے رہے۔ جس دن نظر ثانی کی درخواست مسترد ہوئی اس دن پی آئی ڈی کے اندر ایک شعلہ فشاں پریس کانفرنس کا اہتمام ہوا۔ گز گز بھر لمبی زبانیں رکھنے والوں نے جج صاحبان کے شجرہ ہائے نسب بھی ادھیڑ ڈالے۔ اس نوع کی دشنام طرازی ہوئی کہ زمیں و آسمان لرز اٹھے۔ 16 جنوری سے توہین عدالت کے مقدمے کا دفتر کھلا تو الف لیلیٰ کی ایک اور کہانی شروع ہوگئی۔ "خط تو لکھنا ہی پڑے گا" کے جملے سے آئینی دانش کی نئی رفعتیں پانے والے چودھری اعتزاز احسن نے قلابازیوں کا ایسا تماشا لگایا کہ بڑے بڑے بازی گر دانتوں میں انگلیاں دابے رہ گئے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ آئینی سقراط کی عمرِ وکالت کا سب سے کم مایہ دور تھا جب اُنہیں خود پتہ نہیں تھا کہ اُن کی زبان سے کیسے پھول جھڑ رہے ہیں اور انتہائے جنون میں وہ ستاروں پہ کمند ڈالنے کے لئے کس طرح ایڑیاں اٹھا اٹھا کر لپک رہے ہیں۔

اٹارنی جنرل مولوی انوار الحق نے، استغاثہ کا معاون ہونے کی حیثیت سے ایک متوازن رویہ اختیار کیا، تو ایک سابق پی سی او جج کو اٹارنی جنرل کا منصب سونپ کر عدالت میں لا کھڑا کیا گیا۔ اخباری رپورٹس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے سات رکنی بینچ کو مشتعل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تضحیک و تمسخر کی آخری حدوں تک پہنچ گئے۔ بلاشبہ 16 مارچ 2009ء سے لے کر اب تک اگر اس حکومت کے عدلیہ کے بارے میں طرزِ عمل کا مشاہدہ کیا جائے تو ہماری تاریخ کی ایک ایسی فردِ سیاہ تیار ہوتی ہے جو کسی بھی جمہوریت کے لئے سرمایہ اعزاز نہیں ہوسکتی۔

وزیراعظم نے ایک حلف اٹھا رکھا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے حلف سے استواری کے بجائے' اپنی سیاسی قیادت سے وفاداری کو ترجیح دی۔ یہ اُن کے اپنے حلف کی واضح خلاف ورزی تھی۔ اُن کے حلف میں کسی فرد یا کسی شخصیت سے وفاداری نباہنے کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں۔ لیکن وہ آئین، اپنی منصبی ذمہ داریوں، اپنے حلف اور عدالتی احترام کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر پارٹی قیادت کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوگئے۔ انہیں زعم باطل یہ رہا کہ جنس کوچہ و بازار جیسی یہ سوچ اور سطحی قسم کا یہ جیالا پن اُن کا قد کاٹھ بڑھا رہا ہے لیکن عملاً وہ ایک خود شکن شخص کی طرح مسلسل اپنے وجود کی قاشیں کاٹ رہے تھے۔ دراصل مسئلہ یہ آن پڑا تھا کہ اگر وہ سوئس حکام کو خط لکھتے تو اُسی دن منصب سے فارغ کردیئے جاتے اور صدر زرداری کا نامزد کردہ نیا شخص حلف اٹھا لیتا۔ اپنے عہدے پر قائم رہنے کے لئے لازم تھا کہ وہ عدالت کا نہیں، زرداری صاحب کا حکم مانیں۔ یہی وہ لمحہ تھا جب کوئی بڑا شخص ایک بڑا فیصلہ کرتا ہے اور نتائج و عواقب سے بے نیاز ہوکر تاریخ کے معطر نگار خانے میں اپنی تصویر آویزاں کرنے کے لئے حد سود و زیاں سے بہت آگے نکل جاتا ہے۔ اگر سید زادہ ملتان عہدے کے لالچ اور اپنی بے کراں کرپشن کے تحفظ کے سبب صدر زرداری سے وفاداری کی بکل مار لینے کی بجائے پارلیمنٹ میں کھڑے ہوکر کہتے کہ میں نے عدالتی فیصلے پر عمل درآمد کا فیصلہ کرلیا ہے اور ملک کی سب سے بڑی عدالت کے حکم کے عین مطابق سوئس حکام کو خط لکھ رہا ہوں تو پارٹی کے عتاب کا نشانہ بننے اور منصب سے محروم ہوجانے کے باوجود تاریخ انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی۔ ایک راستہ اور بھی تھا۔ وہ فرماتے کہ ایک طرف اپنی سیاسی قیادت سے اٹوٹ وفاداری کا سوال ہے اور دوسری طرف عدالت عظمٰی کے فیصلے کی تابعداری کا مسئلہ۔ پی پی پی کا سپاہی ہونے کے ناتے میں سوئس حکام کو خط لکھنے سے قاصر ہوں۔ لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وزیراعظم ہوتے ہوئے اپنے حلف کی پاسداری بھی مجھ پہ لازم ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ توہین عدالت کا ارتکاب کرنے والی بے توقیر فہرست کا حصہ بنوں۔ سو اپنی قیادت سے بے وفائی اور عدلیہ کی توہین، دونوں سے بچنے کے لئے میرے پاس واحد راستہ یہی ہے کہ اپنے عہدے سے مستعفی ہوکر، عام بینچوں پہ بیٹھ جاؤں۔ سید زادہ ملتان نے یہ راستہ اختیار نہ کیا۔ انہوں نے ایک بے ننگ و نام اور روزِ اول ہی سے ہاری ہوئی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور آج وہ سزا یافتہ مجرم ہیں۔ عدالت سے نکلتے ہوئے انہوں نے ہاتھ لہرانے کی کوشش کی جو ڈوبتے جہاز کے بادبانوں کی طرح لرز رہے تھے۔ ان کے ہونٹوں پہ ایک خزاں رسیدہ مسکراہٹ تھی اور چہرہ تیز دھوپ میں جھلسی ہوئی پت جھڑ کی طرح پیلا پڑ رہا تھا۔ اُن کی بدن بولی ایسی شکست کا نوحہ تھی جس میں تسکین قلب و جاں کا ذرا سا سامان بھی نہیں ہوتا۔ ؎

بڑے خطرے میں ہے حسن گلستاں ہم نہ کہتے تھے
چمن تک آگئی دیوار زنداں، ہم نہ کہتے تھے

یوسف رضا گیلانی کی گٹھڑی میں اب کچھ نہیں کہ وہ عوام میں جا کر سر اونچا کر کے کھڑے ہوسکیں۔ وہ ہزار جتن کریں، ہیرو بن سکتے ہیں، نہ شہید۔ اپنی اور اپنے خاندان کی لامحدود کرپشن کے تحفظ کے لئے عہدے سے چمٹے رہنے کے لئے آئین کی حرمت، قانون کی تکریم اور منصب کی تعظیم کو خاک میں ملا دینے والے کسی شخص کے لئے تاریخ کی معتبر کتاب میں کوئی جگہ نہیں۔ اچھا ہوتا کہ سزا یافتہ مجرم کے طور پر سپریم کورٹ کی عمارت کی پہلی سیڑھی اترتے وقت وہ میڈیا سے کہہ دیتے کہ "میں مستعفی ہو رہا ہوں"۔ لیکن اُن کی زبانوں سے ایسے جملے چھین لئے جاتے ہیں جن کے مقدر میں رسوائیاں لکھ دی گئی ہوں۔

پیپلز پارٹی کا نامۂ اعمال بانجھ ہے۔ وہ انتخابات کے لئے کسی شہادت کی آرزومند تھی۔ یوسف رضا گیلانی بھینٹ چڑھ گئے۔ اسلام آباد کے باخبر صحافی جانتے ہیں کہ نہ پارٹی میں گیلانی صاحب کا کوئی مضبوط حلقہ ہے نہ ایوان صدر کے کسی طاق میں اُن کی محبوبیت کا کوئی چراغ روشن ہے۔ صدر زرداری کی حکمت عملی یہ ہے کہ قربان گاہ میں پڑا بکرا ذبح ہوجانے کے بعد بھی تڑپتا پھڑکتا رہے، اس کا لہو ہولے ہولے بہتا رہے اور وہ اس فضا کو پارٹی کی انتخابی حکمت عملی میں ڈھالتے رہیں۔ ''وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا'' کے مصداق ذبح ہوجانے والے وزیراعظم کی قربانی کا سارا ثواب صدر زرداری سمیٹنا چاہتے ہیں۔ سو اس معاملے کو لٹکایا جائے گا۔ بال کی کھال اتاری جائے گی۔ قانونی موشگافیوں اور آئینی نزاکتوں کا ایک دور چلے گا۔ سڑکیں آباد کرنے کے جتن کئے جائیں گے۔ ایک بحران اٹھانے کا اہتمام ہوگا لیکن خلاصہ کلام یہی ہے کہ لاش کو ممی بنا کر محفوظ بھی کرلیا جائے تو وہ لاش ہی ہوتی ہے۔ ایک سزا یافتہ مجرم، اگر وزیراعظم کے منصب سے چمٹا رہتا ہے تو شاید آئینی شاطر اور قانونی جادوگر اس کا جواز ڈھونڈھ لیں، لیکن ہماری کم نصیب تاریخ اگر ایک سزا یافتہ مجرم کی وزارت عظمیٰ کے داغ ندامت سے بچ سکے تو اچھا ہوگا۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' 27 اپریل 2012ء)

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

لمحۂ فکریہ

تعلیمی ادارے یا رقص و موسیقی کی آماجگاہ

سید علی

موجودہ دور میں چند بڑے نامی گرامی کیمبرج سسٹم اسکول اور اُن کی دیکھا دیکھی بعض میٹرک سسٹم پرائیویٹ اسکول ناچ گانے اور موسیقی کو بڑے عجیب و غریب طریقے سے استانیوں، بچے اور بچیوں کے جسم اور روح میں منتقل کر رہے ہیں۔ اسلامی ملک میں موسیقی کو لازمی جز بنا کر بچوں کو بحیثیت سبجیکٹ ایسے پروگراموں میں شامل ہونا پڑتا ہے ورنہ اُن کے نمبر کاٹ لئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے کسی بچے کے والدین اگر موسیقی سے نفرت کرتے ہیں تو بھی بحالت مجبوری ایسے پروگرام میں خود بھی شامل ہونا پڑتا ہے اور بچے کو بھی شامل ہونے کی اجازت دینی پڑتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک موسیقی کے یہ پروگرام سال میں ایک یا دو مرتبہ یا زیادہ سے زیادہ تین چار مرتبہ منعقد کئے جاتے تھے جس کو اسپورٹس ڈے یا میوزیکل مارننگ یا ایوننگ کا نام دیا جاتا تھا جب کہ اب یہ بے حیائی کے پروگرام سارا سال چلتے رہتے ہیں جس میں جوان و بوڑھی خواتین اساتذہ اپنے لڑکے اور لڑکی شاگردوں اور اُن کے والدین اور مرد اسٹاف کے سامنے موسیقی کی تھاپ پر ناچ گا کر اپنے جسموں کو بڑے بے ہنگم طریقہ سے ہلاتی ہیں، بچہ اُس استانی کی کیا عزت کرے گا جو اس کے سامنے ناچ گانا پیش کرے گی۔ ان خواتین اساتذہ کے والدین یا شوہر انہیں اسکول کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے اجازت دے کر بھیجتے ہیں، یا تو گھر والوں کو ان حرکتوں کا علم ہی نہیں بصورت دیگر اگر انہیں معلوم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ آٹے میں نمک کے برابر چند خواتین ابھی بھی ایسی ہیں جن کو ہم سلام پیش کرتے ہیں کہ وہ خود کو ناچ گانے کے لئے پیش کرنے سے گریز کرتی ہیں پروگرام اٹینڈ کرنا اُن کی مجبوری ہے ورنہ اُن کو سسٹم سے باہر کردیا جاسکتا ہے۔ بڑی بڑی فیس جمع کرا کر پڑھوانے والے والدین کو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن کا بچہ یا بچی شاید انگریزی تو سیکھ جائے اور بظاہر دنیا میں کچھ مقام بھی بنالے لیکن اپنی اور اُن کی آخرت کے لئے آگ کے کنگن تیار کر رہا ہے جس کے ذمہ دار والدین خود ہیں اس لئے کہ اسکول کے اہلکاروں سے سوال کرنا تو درکنار اپنے بیٹے اور بیٹی کا ناچ گانا بیٹھ کر دیکھتے بھی ہیں، محظوظ بھی ہوتے ہیں اور تالیاں بھی پیٹتے ہیں (ہائے رے مسلماں تیری عقل پر تالے پڑ گئے ہیں) عورت کو اللہ تعالیٰ نے گھر اور معاشرے میں بڑا اعلیٰ مقام دیا ہے۔ ماں، بہن، بیوی، بیٹی یہ سارے رشتے باعث عزت اور محترم ہیں لیکن افسوس عورت نے اپنے آپ کو گھر کی بجائے بازار کی زینت بنالیا ہے جس میں مرد بھی برابر قصور وار ہے کیونکہ کہ اُس نے اپنے آپ کو اس معاملے سے علیحدہ کرلیا ہے کہ اُس کی گھر والی جو چاہے کرتی پھرے اُس کو سروکار نہیں ہوتا حالانکہ وہ اللہ کے پاس اس چیز کا جواب دہ ہے۔

مندرجہ بالا عنوان کا واحد حل جو کہ اسلام پیش کرتا ہے یعنی مخلوط نظام تعلیم کا خاتمہ۔ پہلی جماعت سے اوپر لیول لڑکوں کے پرنسپل، اساتذہ اور تمام اسٹاف مرد ہونا چاہئے۔ اسی طرح پہلی جماعت سے اوپر لیول لڑکیوں کی پرنسپل، اساتذہ اور تمام اسٹاف خواتین ہونا چاہئے۔

پہلی جماعت سے نچلی لیول کے بچے اور بچیوں کے لئے خواتین پرنسپل، اساتذہ اور اسٹاف ہوں تو مضائقہ نہیں ہے والدین سے التجاء ہے کہ جب تک نظام میں تبدیلی نہیں آجاتی اور اگر آپ کیمبرج سسٹم اسکول میں ہی پڑھانا چاہتے ہیں تو اچھی طرح چھان پھٹک کر لیجئے کہ جس اسکول میں آپ داخل کروا رہے ہیں وہاں آپ کے بچے اور بچی کو بے دینی کی راہ پر چلایا تو نہیں جائے گا، تلاش کیجئے ابھی بھی معاشرے میں چند اچھے تعلیم دینے والے اسکول موجود ہیں جہاں آپ اور آپ کے بچے کی دنیا اور آخرت داؤ پر نہیں لگے گی۔

☆☆☆

materialism. It promises "liberation" from all norms, moral values, obligations and higher authority, so we can become slaves of our own desires. This is the path to eternal doom and gloom. On the other hand, the path to Paradise is most definitely uphill. It requires sacrifice and self-control, patience and perseverance, obedience and submission to our Creator, and hard work and firm commitment. It requires giving up instant satisfaction so we can get eternal satisfaction. It is paved with stumbling blocks and hardships. But should we choose our destination simply on the basis of how easy it is to get there?

Although Hell is a greater horror than the worst horror all human minds put together can ever imagine, it is easier to avoid, as we have been told about paths leading to it and given the freedom of choice to avoid those paths. Although Paradise is a greater treasure than all human minds put together could ever imagine, the journey to Paradise is easier than the journey to Treasure Island found in fables where the seekers have to find the path on their own. Here we have been shown the path and taught through Prophetic example how to travel on that path. Yes, the lure of worldly pleasures is always great. That is by design or there would be no test. But then this is a fair test. We have been given the capability to shun the temporary pleasures and embrace the temporary pains by remembering the eternal ones. All it takes is belief, commitment and seeking help from Allah and we can overcome the roadblocks.

Our success lies not in obeying our thirsts but in controlling them in obedience to Allah. Our goal is not to maximize our pleasures here, but to reach the house of eternal pleasures. Once we embrace this perspective, it brings joy to this life as well, but it is a materially different kind of joy than one finds in obeying one's basal desires. The Prophet ﷺ said:

"The coolness of my eyes lies in offering salat." [*Nasa'e*; Hadith 3878]

On the other hand, the Quran tells us that salat is a burden except on those who have fear of Allah in their hearts. Clearly, what brings joy to a healthy person may not bring joy to a sick person. The joy righteousness brings to this life is the joy of the person who is awake and alert. In contrast, the pleasure brought by satisfying our lusts is like the "pleasure" of a drunkard who has fallen in a sewer. He may be sound asleep but can anyone who knows the reality of his situation, envy him?

Obeying our thirsts means falling asleep in that unseemly place. Let us heed the wake-up call from the Prophet ﷺ :

"I have not seen anything as dreadful as the Fire whose evader is asleep and anything as desirable as Paradise whose seeker is asleep." [*Tirmidhi*; Hadith 2526]

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ بمقام "مرکز تنظیم اسلامی حلقہ مالاکنڈ نزد گرڈ اسٹیشن ڈبر (تیمر گرہ) ضلع دیر پائیں،
معرفت مستقیم الیکٹرونکس ریسٹ ہاؤس چوک"

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

11 تا 13 مئی 2012ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا آغاز ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-9535797/0945-601337

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 042-6316638-6366638
0333-4311226

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"مسجد الفرقان I-8 مرکز اسلام آباد" میں

مدرسین ریفریشر کورس

4 تا 6 مئی 2012ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ مدرسین اس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-5382262

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042)36316638-36366638
0333-4311226

Khalid Baig

THE ROAD TO PARADISE

An advertising slogan from an international beverage company makes its case in just three words: "Obey Your Thirst". Although these words are meant to produce an impulsive reaction rather than reflection, it would be good, and immensely more refreshing and rewarding if, for a change, we did the exact opposite. For this is the battle cry of the pop culture. Of course, the ad never explains why we must obey our thirst.

In fact, this has been the central obsession of *jahiliya* societies throughout history: eat, drink and be merry because tomorrow we die. Do whatever pleases you. You live only once so make the most of it. Obey your desires.

Today's society has taken this old obsession to unbelievably new heights (or depths). Ad men make a living out of provoking thirsts of all kinds. It has been developed into both a scientific discipline and an art form. The best available technologies, talents and resources of all kinds are used to promote one message: indulge your desires.

If this unprecedented pursuit could produce happiness, these would have been the happiest times in the entire history of humankind. It is no secret that it is not so. If there were a Misery Index to gauge the despair and gloom of individuals and communities, we would find that it is also at an all time high. This road has never led to true happiness. And it never will!

Actually, this road leads straight into eternal Hell. The warnings are posted all along this road and have also been communicated to us by Messengers of Allah. That is why the Prophets are called *nadheer* (warners). The entire mission of the Last Messenger ﷺ was to warn us about the road that leads to Hell and show us the path that leads to Paradise. His teachings remain with us so we can avoid the peril. He informed us:

> "The Fire has been surrounded by lusts and desires and the Paradise by hardships." [*Bukhari*; Hadith 6006]

Another Hadith explains this further:

> "When Allah created the Garden and Fire, He sent Angel Jibreel (Gabriel) to the Garden and said, "Look at it and at what I have prepared in it for its inhabitants". So he went and looked at it and at all that Allah had prepared in it for its inhabitants. Then he returned and said, "By Your Honor, whoever hears about this place will enter it". Then Allah surrounded the Garden with hardships and said, "Go back and look at what I have prepared in it for its inhabitants". So he went back and it had been surrounded with hardships, so he returned to Allah and said, "By Your Honor, I am afraid now that no one will be able to enter it".
>
> Then Allah said, "Go to the Fire and look at it and at what I have prepared in it for its inhabitants". And parts of it were piled up over other parts. So he returned and said, "By Your Honor, no one who hears about it will ever enter it". Then Allah surrounded the Fire with all kinds of lusts and desires and said, "Go back to it". So he went back. This time after looking at it, Jibreel said, "By Your Honor, I am afraid that no one will be able to avoid it". [*Tirmidhi*; Hadith 2483]

These Ahadiths so beautifully and powerfully capture the test of life. The path to Hell is a slippery downhill slope. It looks attractive and promises instant satisfaction. It makes us feel good just like the drug addicts feel good when they go on a high; oblivious of the ruin that awaits them. This is the path of hedonism, consumerism and